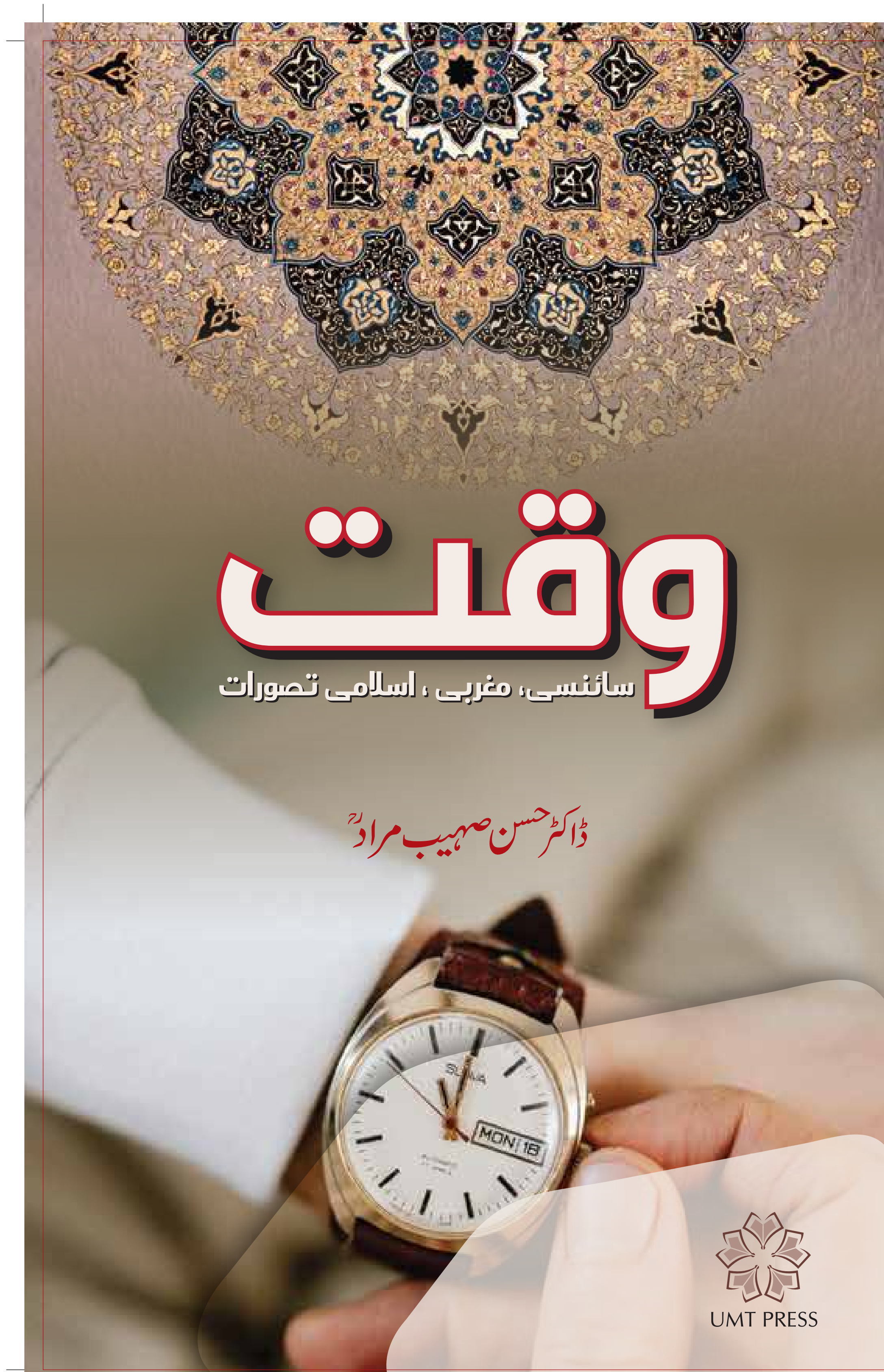

وقت

سائنسی، مغربی ، اسلامی تصورات

ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ

UMT PRESS

وقت : سائنسی، مغربی ، اسلامی تصورات — ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ

ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ (22 اکتوبر 1959ء - 10 ستمبر 2018ء)

* ابتدائی تعلیم ڈھاکہ میں اور ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیم کراچی میں حاصل کی، * 1982ء میں این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی، کراچی سے سول انجینئرنگ میں گریجویشن کیا، * 1986ء میں واشنگٹن اسٹیٹ یونیورسٹی امریکا سے ایم بی اے کیا، * 1999ء میں یونیورسٹی آف ویلز، برطانیہ سے ڈاکٹریٹ کی سندِ فضیلت حاصل کی، * 1990ء میں آئی ایل ایم ٹرسٹ کے تحت لاہور میں انسٹی ٹیوٹ آف لیڈرشپ اینڈ مینجمنٹ (ILM) قائم کیا، * جو ترقی کر کے 2002ء میں انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی (IMT) کے درجے کو پہنچ گیا، * 6 جون 2004ء کو یہ ادارے یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی (UMT) کی صورت میں ڈھل گئے۔ * ڈاکٹر حسن صہیب مراد 2004ء سے 2017ء تک اس یونیورسٹی کے ریکٹر رہے۔ * 2017ء میں چیئرمین منتخب ہوئے، * بہت سے بین الاقوامی اور قومی اعلیٰ تعلیمی و تحقیقی اداروں کے بورڈز کے ممبر رہے۔

www.umt.edu.pk
9 789699 368981
UMT PRESS LAHORE

UMT PRESS

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت

سائنسی، مغربی، اسلامی تصورات

ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ

CamScanner

CamScanner

وقت

سائنسی، مغربی ، اسلامی تصورات

ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ

UMT PRESS

CamScanner

© یو ایم ٹی پریس 2025ء

نام کتاب : **وقت**: سائنسی، مغربی ، اسلامی تصورات

مصنف : ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ

مرتب : سلیم منصور خالد

سرورق : محمد گوہر اقبال

طبع اول : اکتوبر 2025ء

پرنٹر : لی ٹوپیکل پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، پاکستان

یو ایم ٹی پریس
C-II ، جوہر ٹاؤن، لاہور
www.umt.edu.pk
www.umtpress.org
umtpress@umt.edu.pk
UAN 042 111 300 200

UMT PRESS

CamScanner

ترتیب

آغاز	7
وقت کیا ہے؟	9
سائنسی تصورات	13
مغربی تصورات	23
اسلامی تصورات	35

CamScanner

تبارک اسم ربک ذی الجلال والإکرام

CS CamScanner

آغاز

اللہ کی تخلیقات میں ایک سب سے بڑی تخلیق وقت ہے اور وقت، زندگی کا دوسرا نام ہے۔ وقت زندگی کے مدارج بتاتا ہے، لیکن نظر نہیں آتا اور رُکتا بھی نہیں۔ یوں بہت تیزی کے ساتھ، اپنے خالق کے بتائے راستے پر چلا جا رہا ہے۔ مخلوقات میں سے کوئی ہستی وقت کو نہ روک سکتی ہے اور نہ اسے پابند بنا سکتی ہے۔ وقت، اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے۔

محترم ڈاکٹر حسن صہیب مراد کو ہم نے دیکھا ہے، کہ وہ وقت کو اللہ تعالیٰ کا انمول تحفہ اور ایک قوت سمجھ کر زندگی میں برتتے تھے۔ اُنھوں نے وقت کی تعبیر پانچ لفظوں سے کرتے تھے: • ایمان • علم • عمل • وقت • زندگی۔ پھر کمال یہ ہے کہ اس اصول کو اپنے ہر ملنے والے کے بھی ذہن نشین کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے مختلف اوقات میں یہ سلسلۂ مضامین لکھا تھا، جسے یک جا صورت میں پیش کیا جا رہا ہے، تاکہ استفادے کی صورت یہاں وسعت آئے۔ اسے پڑھا بھی جائے اور پھیلایا بھی جائے۔

ابراہیم حسن مراد

CamScanner

والله یهدی من یشاء إلی صراط مستقیم

CamScanner

وقت کیا ہے؟

یہ انسانی زندگی کا وہ سوال ہے، جو سب سے زیادہ بار بار پوچھا گیا ہے، لیکن اُتنا ہی کم سمجھا گیا ہے۔ اس سادے سوال کا سادہ جواب کلائی پر لگی گھڑی کی دو سوئیوں کی حرکت یا آسمان میں سورج کی سمت کو دیکھ کر دیا جا سکتا ہے۔

کیا وقت کے معنی بس یہیں تک محدود ہیں؟

آج ایسی کتابوں کا انبار لگا دیکھا جا سکتا ہے جو وقت کے گزرنے کے ساتھ کاموں کو گرفت میں لانے اور نظامِ زندگی کو استوار کرنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ دُنیا بھر کے تعلیمی و تربیتی ادارے ایسے کورس تیار کر کے دعوت دیتے ہیں کہ لوگ آئیں، وقت بچانے، پیداوار بڑھانے، وقت تقسیم کرنے اور منصوبہ بنانے کے سلسلے میں اہلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اِسی طرح گھڑی ساز، کیلنڈر اور ڈائری شائع کرنے والے وقت کے لحاظ سے ماضی کو ریکارڈ کرنے اور مستقبل میں جھانکنے کے لیے نت نئے الیکٹرانک طریقے اختیار کر رہے

ہیں۔وقت دیکھنا انسانی زندگی کا معمول بن چکا ہے۔اگرچہ ہزاروں اور لاکھوں روپے کی گھڑی زیب تن ہوتی ہے،لیکن اس کے باوجود وقت کی سمجھ بوجھ، اس کی نزاکت کا احساس، اس کے تقاضوں کا شعور ناپید ہے۔ وقت کو گھڑی کی دو سوئیوں کی گرفت میں لاکر اور سیکنڈ کو لاکھوں حصوں میں تقسیم کرنے کی صلاحیت پیدا کر کے سائنس دان اس وہم میں گرفتار ہوجاتے ہیں کہ اُنھوں نے وقت کو فتح کرلیا۔

وقت کے اصول ومبادی اس سطحی سے مشاہدے،تجربے اور تعلق کی زد میں نہیں آسکتے ہیں، جو عمومی طور پر انسانی زندگی کے لیل ونہار کی گردش سے ہوتا ہے۔فہمِ وقت کا سائنسی، مذہبی، سیاسی، معاشرتی، تعلیمی اور معاشی پہلوؤں سے، ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی سے متعلق فکر اور عمل دونوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔نظریات کی کش مکش وقت کے متعلق رویوں کو جنم دیتی ہے کیونکہ زندگی کی قوت اور قدر وقت سے وابستہ ہے۔چھٹی اتوار کی ہو یا جمعہ اور ہفتہ کی۔۔۔اس موضوع پر ہونے والی اس بحث میں مختلف رویوں کی جھلک نظر آتی ہے۔نئ صدی اور نئ ہزاروی کے آغاز کے موقع پر،عیسوی وہجری کیلنڈر کے اختیار کرنے پر بحث ہوئی تھی۔دفتری اوقات کے تعین اور کاموں کے آغاز واختتام کو طے کرتے ہوئے بھی نظریاتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔

وقت محض ایک گھڑی میں نظر آنے والا وقت نہیں ہے بلکہ عقائد کے مجموعے کا نام ہے۔اس کے ساتھ مختلف اقوام اور علاقے کے افراد

CS CamScanner

کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں نظریات، ثبات وتغیر کے بارے میں آرا، پیدایش اور موت کے بارے میں سوچ، زندگی کے واقعات جو تجربے اور مشاہدے میں آتے ہیں، ان کے حوالے سے وقت کے بارے میں تاثرات شامل ہیں۔ اِسی نقطۂ نظر سے ہم پہلے مروجہ فکر کا، جو مغربی تہذیب اور جدید سائنسی تحقیقات کی مرہونِ منت ہے، جائزہ لیں گے اور اس کے بعد آیندہ اسلامی تصورات کو پیش کیا جائے گا۔ عالمگیریت [Globalization] کا ایک ہدف وقت کا محاذ بھی ہے۔ ایک وقت، ایک اندازِ وقت، ایک فکرِ وقت، ایک طریقۂ وقت کے ذریعے اُس عالمی تنوع کو سمونا آسان تر ہوجاتا ہے جو مطلوب ہے۔

لا تحزن إن الله معنا

سائنسی تصورات

گزشتہ دو عشروں میں وقت کے سیاق و سباق کو مختلف حوالوں سے دیکھا پرکھا جا رہا ہے۔

اس کی ابتدا اور انتہا، اس کا سمٹاؤ اور پھیلاؤ، اس کی مختلف حالتوں، اس کے مرکز اور اس کی سرحد، رفتار اور بلندی کے اس پر اثرات، مادہ اور روشنی کی لہروں کے ساتھ وقت کے ارتکاز کو۔

انسانی عقل اور شعور میں، اس کے جسم کے پورے نظام میں وقت کے نظام، معاشرے کی اُٹھان اور اس لحاظ سے وقت کے بارے میں عقائد اور رویے۔

حاکمیت، ثقافت، تاریخ تعلیم ان تمام امور و معاملات میں وقت کی مداخلت، انسانی زندگی میں وقت کے جبر، انسان کی وقت کو سمیٹنے، پھیلانے کے انداز کو۔

مختلف خطوں کے وقت میں ربط کو بڑھانے کے سلسلے میں دل چسپی لینے کے حوالے سے۔

پتھر کے قدیم زمانے سے لے کر آج تک، جب کہ تہذیب وتمدن اطلاعاتی ٹیکنالوجی کہ جس کا ایک اہم کام وقت کو گرفت میں لانا ہے، انسان کی فطری نوعیت کی بنیادی ضروریات میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ لیکن وقت کے بارے میں اس کے شعور، تجربے، مشاہدے میں بہت بڑا فرق دیکھا گیا ہے۔ وقت کے بارے میں اس وقت سائنسی نظریات کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ ہم کسی بھی صورت میں حال کے وقت کو نہیں پا سکتے۔ ہم 'وقت' کو روشنی، [Light] کی لہر کے ذریعے اور دماغ میں اعصاب کے عمل کے ذریعے پڑھتے ہیں۔ جو 'وقت' ہم جانتے ہیں اور جو وقت عملاً ہوتا ہے، اس میں فرق ہوتا ہے۔ جس کو ہم 'وقت' کہتے ہیں وہ عملاً گزر گیا ہوتا ہے۔

2۔ حرکت اور بلندی کی صورت میں وقت ساکت اور سطحی حالت میں وقت سے مختلف ہوتا ہے۔ حرکت، وقت کی رفتار کو سست بنا دیتی ہے۔ بلندی، وقت گزرنے کی رفتار کو تیز بنا دیتی ہے۔ وقت کی کیفیت ہر جگہ ایک نہیں ہے۔ مختلف دائروں میں وقت کی مختلف لہریں بیک وقت سرگرم عمل ہیں۔

3۔ وقت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مرہم ہے۔ زخم خواہ جسم پر لگیں یا جذبات پر، وقت کے ساتھ مندمل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وقت ایک ضربِ کاری بھی ہے۔ یہ

آبادی کو اُلٹ پلٹ کر دیتا ہے۔ انسان کو بوڑھا کر کے مار دیتا ہے۔ اس کے جبر سے کسی کو قرار یا بچاؤ نہیں۔ وقت کے اندر ملیامیٹ کرنے، اور نشوونما دینے کی دونوں صلاحیت موجود ہے، یعنی اگر کوئی اور سبب نہ بھی ہو تو وہ تبدیلی کا بڑا سبب ہے۔ یہ خاموشی سے اپنا کام کرتا ہے اور ہر شے کو اس کی انتہا اور فنا کی جانب دھکیل دیتا ہے۔ اس سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ وقت کا ایک مرکز ہے، اس کی مختلف سمتیں ہیں، مختلف انداز اور طریقے ہیں۔

4۔ وقت کبھی کسی کو کافی نہیں ہوا ہے۔ گزرا ہوا وقت، ایک لمحے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔ آنے والا وقت تو ظاہر ہے کہ ابھی آیا ہی نہیں اور یہ کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ ہاں، انسانی شعور، ڈرامائی لمحات میں کسی واقعے کے اچانک ہونے کو موت سے زیادہ تکلیف دہ انتظار کی صورت دے دیتا ہے۔ کسی کو نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے پاس کتنا وقت رہ گیا ہے۔ اکثر کو یہ خبر نہیں ہوتی ہے کہ یہ کہاں گیا ہے۔

5۔ وقت وہ کرنسی ہے، جس کو خرچ کر کے انسان کسی جانب توجہ دے سکتا ہے۔ یہ وہ شے ہے کہ جو انمول ہے، بِلا قیمت ہے، فطری اور پیدایشی ہے۔ یکساں حالت سے گزرنے والے افراد کا بھی وقت یکساں نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ توجہات، شعور کی

حرکت، ذہن اور قلب کا ردِعمل مختلف ہوتا ہے، اور اس سے وقت کا تاثر بھی مختلف بنتا ہے۔ جس طرح اگر سب کے پاس 100 روپے ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب برابر ہیں۔ کسی کے لیے 100 روپے زیادہ ہیں تو کسی کے لیے کم۔ اِسی طرح وقت اگر شے ہے تو ضروری نہیں کہ ہر ایک کے پاس یہ ایک معیار کی دولت ہو۔ وقت کا معیار [quality] مختلف صورتوں میں اور مختلف انسانوں میں مختلف ہوسکتا ہے۔

6۔ یقین، حرکت اور حافظہ یہ تین صلاحیتیں وقت کے فانی اثرات کو کم کرنے اور ان کو مثبت رُخ میں ڈھالنے کے لیے انتہائی مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ حرکت اور عملِ پیہم کے ذریعے گزرنے والے وقت کو ضائع ہونے کے بجائے کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔ طبیعیاتی نوعیت کی تحقیقات بھی یہ بتاتی ہیں کہ تیز رفتاری اور انتہائی تیز رفتاری کا اثر انسانی ذہن پر ہوتا ہے۔ بالکل اِسی طرح 'حافظہ' شعور کی دُنیا میں ٹھہراؤ کا کام کرتا ہے۔ حافظہ مستقل شناخت اور پہچان قائم کرتا ہے۔ انسانی رویے اور سلوک کو مستقل یکساں انداز سے ڈھال کر، وقت تبدیلی کے باوجود تبدیل نہیں ہوتا۔ بعض جن چیزوں پر انسان قائل ہوکر یقین کر لیتا ہے وہ وقت کے دھارے میں بہہ نہیں جاتیں بلکہ استقامت اور استقلال فراہم کرتی ہیں۔ وقت کا توڑ یقین اور

ایمان، حرکت اور عمل، حافظہ اور شناخت کے اندر پوشیدہ ہے۔

7۔ انسان مٹی سے بنا ہے، لیکن وقت میں رہتا ہے۔ مٹی اور وقت، دونوں کی خصوصیات میں کئی اقدار مشترک ہیں اور کئی مختلف بھی۔ مٹی کو ہاتھ میں پکڑا جا سکتا ہے، لیکن وقت کو عمل ہی سے گرفت میں لایا جا سکتا ہے۔ مٹی میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ زندگی کو جنم دیتی ہے اور پھر مردہ ہو جاتی ہے نئی زندگی پانے کے لیے۔ وقت میں بھی بیج بویا جا سکتا ہے، جس سے نئی صبح اور نئی شام آتی ہے۔ مٹی ہی انسان کو وہ کچھ دیتی ہے کہ جو اس کی بقا اور ارتقا کے لیے ضروری ہے۔ وقت ہی کے ذریعے بقا اور ارتقا کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ انسان مٹی میں دفن ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح 'وقت' انسان کو تمام تر مواقع و امکانات دے کر آخر کار اپنا رشتہ کاٹ لیتا ہے، اور گزرا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔

8۔ وقت ایک ایسا وسیلہ ہے، جو واقعے کو ماضی سے مستقبل کی جانب منتقل کرتا ہے۔ ماضی کہ جو جلد غائب ہوا چاہتا ہے اور مستقبل کہ جو جلد ماضی بن جاتا ہے۔ یہ ایک عجیب بہاؤ ہے کہ جو ماضی بعید کو ماضی قریب میں، یعنی حال سے بالکل متصل منتقل کرتا ہے۔ جو کچھ پیچھے ہوا اور جو کچھ آگے آنے والا ہے اس میں رابطہ قائم کرتا ہے۔

9۔ فاصلے، کی وقت پر برتری ختم ہو چکی ہے۔ پہلے فاصلہ سے

وقت ناپا جاتا تھا، اب وقت سے فاصلہ ناپا جاتا ہے۔ فاصلے کو کم سے کم تر وقت میں عبور کرنا یا خاص حد تک غیر موثر، غیر اہم، یا غیر متعلق بنانا ممکن ہو گیا ہے۔ فاصلے وقت میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ وقت کے فرق کی وجہ سے کام میں جو فرق آتا تھا، وہ بھی کم سے کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بڑے فاصلے کے ہوتے ہوئے قریب ہو کر، مل جل کر کام کرنا، وقت کے گزرنے کے ساتھ ممکن ہے۔ انٹرنیٹ اور سیٹلائٹ نے یہ سہولت پیدا کر دی ہے۔

10۔ وقت کی اقسام، اس کی سرحدیں اور اس کے بہاؤ کی مختلف صورتوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وقت کی سب سے کم پیمائش ایک سیکنڈ کے دسویں حصہ کا مزید 43 گنا کم حصہ ہے۔ ایک سیکنڈ کے ایک ارب حصے میں سے ایک حصے کا بھی ایک ارب حصہ اس وقت پیمائش کی صلاحیت کے اندر ہے۔ ایک ایٹمی ذرہ اپنے مالیکیول [Molecule] میں ایک سیکنڈ کے ایک ارب حصے کے اندر دھڑکتا ہے۔ ایک کیمرہ عموماً ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں تصویر کا مکمل نقش بنا لیتا ہے۔

ایک سیکنڈ میں زمین اپنے پورے حجم کے ساتھ گیند کی طرح سورج کے گرد 29.7 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی ہے، جب کہ سورج اپنے نظامِ شمسی [Galaxy] میں ایک سیکنڈ کے اندر 274 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ آنکھ جھپکنے میں ایک سیکنڈ کا دسواں

حصہ لیتی ہے۔ انسانی کان بھی اتنے ہی عرصے میں آواز اور اس کی بازگشت کے درمیان فرق کر لیتا ہے۔

ایک سیکنڈ کا عرصہ کارخانہ قدرت میں ایک خاصا طویل عرصہ ہے۔ انسان کا دل ایک بار دھڑکنے کے لیے اتنا وقت لیتا ہے۔ چاند کی روشنی 1.3 سیکنڈ میں زمین تک پہنچتی ہے۔ زمین ایک دن میں مکمل گھوم جاتی ہے اور ایک سال میں سورج کے گرد پورا چکر لگاتی ہے۔ ایک سال میں سمندر کی اوسط سطح 1-2.5 ملی لیٹر بڑھ جاتی ہے۔ ایک سال میں امریکہ اور یورپ جن خطۂ ارض پر مشتمل ہیں، ان کا فاصلہ 3 سینٹی میٹر بڑھ جاتا ہے۔

بہت کم انسان 100 سال یا اس سے زیادہ عرصہ زندہ رہتے ہیں، لیکن ایک بڑا کچھوا تقریباً 177 سال زندہ رہتا ہے۔ ڈیجیٹل ڈیوائس اب ریکارڈ رکھنے کے کام آتی ہے جو تقریباً 200 سال سے زیادہ مدت تک ریکارڈ محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اگر 10 لاکھ سال تک روشنی کی رفتار سے سفر کیا جائے تو بھی قریب ترین دوسری کہکشاں تک نصف سفر بھی مکمل نہیں ہوگا۔

اس کائنات میں جو عمل برپا ہیں، ان کی عمومی مدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ زمین کو بننے کے بعد ٹھنڈا ہونے میں صرف ایک ارب سال لگے تھے۔ اس عرصے میں سمندر وجود میں آئے، نباتات کا آغاز ہوا، یعنی زمین میں بعض عمل ایسے

ہیں کہ جن کے لیے ایک سیکنڈ بھی بہت طویل عرصہ ہے، جب کہ بعض اربوں سال پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اس روداد کا مختصر حوالہ صرف اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ یہ اندازہ ہو کہ وقت کے کتنے قسم کے دائرے بیک وقت گردش میں ہیں، اور ایک سیکنڈ کے اربوں حصے کا معاملہ ہو یا کھربوں برسوں کا، یہ ساری گھڑیاں باہم پیوست ہیں۔ اس کا احاطہ کرنا یقیناً آسان نہیں۔ انسان نے ابھی اس کا ابتدائی اندازہ لگایا ہے۔ اس کا مکمل حساب شاید اس کی حدود سے باہر ہے۔

11۔ جو اہم بات سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ وقت تبدیل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اشیا کی ہیئت بھی متاثر ہوتی ہے۔ لیکن اس انداز سے کہ تبدیلی کے ساتھ ساتھ وقت کی تعمیر سے متعلق عمل میں حیرت انگیز باقاعدگی دیکھنے میں آتی ہے۔ زمین کی رفتار اور اس کا سورج کے گرد گھومنا۔۔۔ یہ تو بڑی بڑی اشیا کا معاملہ ہے۔ لیکن ان میں سال ہا سال کے بعد بھی ایک سیکنڈ کے دسویں حصے کا فرق تک نہیں آتا۔ انتہائی باریکی کے ساتھ یہ اور اس طرح کے بہت سارے دوسرے عمل جاری ہیں اور ہزاروں لاکھوں سال سے اپنے طریق پر استوار ہیں۔

ایک جانب چھوٹے سے چھوٹے عمل سے لے کر بڑے سے بڑے عمل کے درمیان ربط اور تعلق نظر آتا ہے۔ دوسری جانب

CamScanner

اس ربط کے معمولات میں، یعنی اجتماعی طور پر بھی انتہائی باقاعدگی پائی جاتی ہے، جس کے برقرار رکھنے میں انسان کا عمل وارادہ شامل نہیں! اس نظام میں کوئی خلل یا فرق واقع نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسا نظام ہے جس کے اسلوب میں کوئی کمی یا نقص بھی نظر نہیں آتا۔

12۔ یقیناً یہ تمام باتیں اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ کوئی ہے جو وقت کا خالق ہے، اس کی تنظیم کر رہا ہے، اس کے اُصول بناتا ہے، ان احکامات کو باریک سے باریک اور بڑے سے بڑے معاملے میں نافذ العمل کرتا ہے۔

وقت نہ صرف خالق کائنات کے وجود کا بلکہ 'توحید' کا شاید سب سے بڑا ثبوت ہے۔ رات اور دن کا آنا اور جانا آسمان پر ستاروں کی رونق اگر ان دونوں پر غور کیا جائے تو جو اسرار کھلتے ہیں وہ ایک ایسی ذات کے وجود پر دلالت کرتے ہیں کہ جو یکتا ہے اور حی و قیوم ہے، جو فانی وقت کا مرکز رجوع ہے اور جو وقت کا نظم و نسق اس کی تمام تر نزاکتوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہے۔

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام

مغربی تصورات

یہاں پر ہم مغربی تہذیب کے وقت اور اس کے شعور کے بارے میں کردار پر روشنی ڈالیں گے۔ تاریخی طور پر مغربی فکر کے وقت کے بارے میں نظریات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ مغرب نے وقت کے حقیقی تصور کو اپنے مہلک مفادات کے تابع بنا دیا ہے۔ مغرب کا تصور، وقت کے بارے میں مغرب کے زندگی کے بارے میں تصورات ہی کا شاخسانہ ہے۔

مغرب نے انسانی زندگی کو خود ساختہ سیمابی کیفیت میں مبتلا کر دیا ہے۔ آج کا انسان اپنے آپ کو وقت کے شدید دباؤ میں محسوس کرتا ہے۔ سکون اور راحت کے حصول میں ساری زندگی گنوا دیتا ہے اور پھر بھی اس سے محروم رہتا ہے۔ اس اضطراب اور بے چینی میں ساری دُنیا اس لیے نقصان اُٹھا رہی ہے کہ وقت کو وہی سمجھ لیا گیا ہے کہ جو گھڑی اور کیلنڈر بتاتا ہے، اور یہ سوچتے ہوئے کہ یہی زندگی بس اصل زندگی ہے۔

افراد اداروں، قوموں کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کما لینے اور حاصل کرنے کے لیے وقف ہوجائیں۔ ایک وقت میں کئی کام کرنے کی صلاحیت ایک اچھی صلاحیت ہے، جس کا بروے کار لایا جانا ضروری ہے۔ یہ صلاحیت خیر کا باعث بھی ہے، لیکن اس وقت کے استعمال کا مقصد صحیح نہ ہو، جو وقت کو اس کے اصل نقطۂ نظر سے ہم آہنگ کرے تو نتیجہ وہی نکلے گا جو زندگی کے بے معنی ہوکر خلا سے پُر ہوجانے کی صورت میں نکلا ہے۔ طمع اور لالچ، حرص اور خواہش نے ایک ایسی بھاگ دوڑ میں گھما دیا ہے کہ جو وقت کی مہلت کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہے۔

1۔ وقت کو حصوں میں تقسیم کرنا اور مختلف اوقات کی مناسب کے لحاظ سے اجتماعی کاموں کو ترتیب دینا یقیناً ایک مفید کام ہے۔ بدنظمی، غیر یقینی ابہام، من مانی اور شک کا خاتمہ اور اوقات پر اتفاق کرنے سے ہوسکتا ہے۔ مغرب میں سینٹ بینڈ کٹ [م:547] نے تمام راہبوں کو پہلی مرتبہ عبادت، کام اور آرام کے لیے مخصوص اوقات کر کے ان کو سختی سے پابند کیا۔ اس طرح لوگ جو عموماً پہلے قدرتی اوقات جو سورج اور چاند کی حرکات سے وابستہ تھے، سے بے نیاز ہوگئے اور ایک انسان کے بنائے ہوئے اوقات کے پابند ہوگئے۔ انسان کو قدرتی اوقات کے نظام سے لاتعلق کر کے اپنے بنائے ہوئے نظام الاوقات کا پابند بنانے کا نسخہ بالآخر باز اور تجارت کی سرگرمیوں پر بھی نافذ

ہونے لگا۔ یہ تبدیلی 1500 سال قبل آئی۔ رفتہ رفتہ پورا تعلیمی نظام بھی اس تصور کے مطابق ڈھال دیا گیا۔ آج کوئی اس کے بارے میں سوال یا شک نہیں کرتا ہے۔ متفرق نوعیت کے نظام الاوقات جو کارخانۂ قدرت میں چل رہے ہیں، ان کے ساتھ وحدت کے بجائے گھڑی کو، جو عبادت گاہوں، چوراہوں، تجارتی عمارات پر بالعموم نصب کی جاتی ہے، آلہ بنالیا گیا۔ انسان کی زندگی گھڑی کی طرح مشینی نوعیت کی ہوگئی۔ مشینی دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مشینی وقت کا تصور رائج کیا گیا۔

2۔ زندگی بجائے خود ایک گھڑی ہے۔ ایک مقرر میعاد اور طے شدہ مہلت ہے۔ گھڑی کی سوئی کو چلتے رہنا ہے، لیکن 'قلب' [Heart] کا گھنٹہ گھر کس وقت دھڑکنا بند کردے، اس کا کوئی پتا نہیں۔ زندگی کا وقت غیر یقینی ہے۔ یہ بات وقت گھڑی کی سوئیوں تک محدود کر دینے سے عملاً فراموش ہوگئی۔ مشینی وقت کا مرکز ومحور معاش اور کام بن گیا ہے۔ وقت کو عددی لحاظ سے ناپنا، تولنا یہ اپنی جگہ ضروری ہے، لیکن اس کے نتیجے میں وقت کا مادّی تصور غالب آ گیا۔ گھڑی جیسے وقت کو بتا رہی ہے، اس کے نتیجے میں یہ خیال عام ہوگیا کہ وقت پر حکمرانی انسان کی ہے۔ نتیجتاً انسان کا اپنا وقت رہ گیا اور نہ زندگی اس کی اپنی ٹھہری۔

وقت زندگی کا محتاج ہے۔ مغرب نے اس ترتیب کو اُلٹ دیا ہے اور اس طرح انسان کو اس کے سب سے قیمتی اثاثے پر حق ملکیت سے محروم کر دیا اور زندگی کے اہم ترین موڑ موت سے بے پروا کر دیا۔ وقت کے اصل مفہوم کے لحاظ سے، ذمہ داری کا شعور بھی اِسی لحاظ سے تبدیل ہو گیا۔

3۔ انسان کو اس کے خالق سے دُور لے جانے، خالقِ وقت کے دیئے ہوئے تقاضوں اور قدرتی ربط اور فطری خول سے ذہنی طور پر باہر نکالنے کے عمل کی ساری کوشش تعلیمی نظام کے ذریعے ہوتی ہے۔ تربیت و تزکیہ، تعمیر و نشوونما کے فطری عمل کے اُوپر اسکولوں کی صورت میں مصنوعی عمل کو جس تصور کے ساتھ مسلط کیا گیا ہے، اس کے نتیجے میں انسان اپنے آپ کو ایک گھڑی کا کل پرزہ ہی سمجھتا ہے۔ وہ اس زندگی کی مہلت عمل میں ہمیشہ کی زندگی کا سودا کرنے کے بجائے اس مہلت عمل ہی کو انتہا اور آخری سمجھ کر صنعتی میدان کے لیے اپنے آپ کو کارآمد بنانے کے لیے خود کو حوالے کر دیتا ہے۔ انسان کلاس روم کے وقت سے سالہا سال کے بعد جب باہر نکلتا ہے تو دفتر اور کاروبار کے وقت میں بغیر کسی مشکل کے گم ہو جاتا ہے۔

وقت کے ساتھ طالب علم کے سیکھنے کی متوقع رفتار، ماضی کی کارکردگی اور دوسروں کی کارکردگی کے لحاظ سے مستقبل کے

بارے میں پیش بینی کا سہولت آمیز طریقہ اختیار کرنے سے انسان کی اندرونی دُنیا بے معنی ہو جاتی ہے۔ اس کی خودی اور اس کے اپنے بارے میں تصور کی کوئی اہمیت اس کی نظر میں نہیں رہ جاتی۔ وہ مسلسل 'خارج' [Outside] کے ساتھ اپنے 'اندرون' [Inner] کو دبانے، اور ہم آہنگ بنانا سیکھ جاتا ہے۔

4۔ روشن خیالی [Enlightenment] کے دور کے بارے میں کا جاتا ہے کہ یہ 'عقل' اور 'دلیل' کے غلبے کے آغاز کا دور ہے۔ سائنسی طرزِ فکر اور تجرباتی تحقیقات کے ذریعے حقائق معلوم کرنے کا دور یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس عرصے میں یہ کلیہ قائم ہو گیا کہ وقت کے ساتھ بہ تدریج ترقی ہوگی، یعنی وقت ترقی کا ضامن ٹھہر گیا۔ آیندہ آنے والے کل میں انسانی تمدن اور تہذیب بہتر شکل میں ہوگی۔ اس طرح افکار کی قبولیت کے لیے جدید اور قدیم کا معیار قائم کیا گیا۔ جو نظریہ قدیم ہے، وہ جدید کے مقابلے میں محض قدیم ہونے کی بنا پر قابل قبول نہیں ٹھہرتا۔۔۔ اور جو جدید ہے وہ خواہ صحیح نہ ہو، قابلِ قبول ہو جاتا ہے۔ اس طرح جدیدیت [Modernism] کے دور اور فلسفے کا آغاز ہوا۔ اِدھر وقت کے بارے میں مادی نظریات نے انسانی تاریخ کے بھی مادی کش مکش کی بنیاد پر ارتقا کا نظریہ دیا۔ تاریخ کہ جو رہنمائی کے لیے اہم ذریعہ ہے، اس طرح اپنا

اصل مقام کھودیتی ہے۔

ظاہر ہے کہ خدا کی دی ہوئی رہنمائی سے بے غرض ہوکر انسان اگر اپنی کوشش سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے گا، تو وہ ہر آنے والے کل میں پہلے تسلیم شدہ حقائق کو مسترد بھی کرتا جائے گا۔ وقت کے اُوپر یہ اعتبار کہ وہ بالآخر صحیح اور ترقی کی جانب لے جائے گا، بہت بڑا دھوکا ثابت ہوا ہے۔ منطقی اثباتیت [Logical positivism] اور بتدریج ترقی [incremental progress] کے اصول کا اطلاق طبیعیاتی نوعیت کی تحقیقات میں یوں مفید ہے کہ انسان مرحلہ بہ مرحلہ ہی تجربات و مشاہدات کا دائرہ وسیع اور گہرا کرسکتا ہے۔ آج کا کیا ہوا کام ہی کل کے لیے بنیاد فراہم کرسکتا ہے، لیکن اس نظریے کا اطلاق زندگی کے تصورات اور نظامِ زندگی اور تہذیب کے اصول ومبادی کے دائرے میں کامیاب نہیں رہا۔ معارفِ حق تو ایک طرف، حقیقت سے بھی صحیح تعارف نہ ہوسکا۔ ایک خبر کی جگہ دوسری خبر لے لیتی ہے۔ تحقیقی میدان میں آج شک اور گمان کا غلبہ ہے۔ کوئی طریقہ ایسا نہیں کہ جس سے معلوم ہوجانے والی بات پر سب اتفاق کریں کہ یہ یقیناً صحیح اور سچ ہوگی۔

5۔ جس تہذیب کا انجن ٹیکنالوجی ہے، اس میں ''نئے'' کا ہونا، نئے کا پیدا کرنا، نئے کا پسند کیا جانا، نئے کو ترجیح دینا اور اس کے

ساتھ پرانے کو بدل دینا، پرانے کو مسترد کرنا، پرانے کو کم تر جاننا بھی، ایک خاصہ ہے۔ صارفین کا مستقل مطالبہ ہوتا ہے کہ نیا ماڈل، نیا تصور، نیا طریقہ استعمال میں لایا جائے۔ نئے کو بہتر اور اعلیٰ کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ جو چیز پہلے سے ٹھیک کام دے رہی ہے، اس کو حقیر اور بے کار قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں لباس، سواری، ثقافتی طریقہ، خاندانی روایات، اخلاقیات بھی ساتھ ساتھ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ اقدار جن سے بھلائی وابستہ ہے، صرف اس لیے نہیں اپنائی جاتی ہیں کہ وہ پرانی ہیں اور پرانی بات یقیناً دقیانوسی ہے۔ وہ لباس کہ جو ابھی ٹھیک کام دے رہا ہے صرف اس لیے قابل زینت نہیں ٹھہرتا ہے کہ اب تراش خراش تبدیل ہو گئی ہے۔

وقت کے گزرنے کو صنعت نے کاروبار کو بڑھانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی معیشت کی بنیاد پڑ گئی ہے، جس کو اگر غور سے دیکھا جائے تو اصل کام مستقل فائدے کے بجائے عارضی فائدے اور بالآخر وہ اشیا بنانا ہیں، جو ضائع ہو جاتی ہیں، جن کو بے وقعت ہو جانا ہے۔ مقصد بتایا جاتا ہے کہ 'قدر' [Value] پیدا کرنا ہے، جب کہ نتیجہ 'فضلہ' [Waste] پیدا کرنا ہے۔

جب نئے اور پرانے کی بحث کا اطلاق معاشرے پر کیا جاتا ہے

تو اس کا نتیجہ 'نسلی تفاوت' [Generation gap] اور بچوں کے والدین کو خبطی سمجھنے کی صورت میں نکلتا ہے۔

6۔ وقت کے تین مرحلے ہیں: ماضی، مستقبل اور حال۔ ان تینوں میں سے مغربی تہذیب اصل اہمیت آج، ابھی، اسی وقت، اسی لمحے کو دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حال میں بھی وہ فوری حال کو حال بعید یا مستقبل قریب کے مقابلے میں قابل ترجیح سمجھتی ہے۔ اس کے فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ کام کرنے کے لیے اس لمحے کو جو ابھی بھی گزر رہا ہے۔ بڑی اہمیت ہے۔ جب تک کہ آج اور اسی وقت کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے گا، آنے والے کل بھی کچھ نہ ہوگا۔ آج کی آسانی، اس وقت کی کشادگی اور اس لمحے کی مسرت ہے۔ اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش، اور آج کا ہاتھ کو لگتا ہوا فائدہ اس کی اہمیت کل سے یا کسی عہد سے یا کسی اخلاقی پابندی سے یا کسی اور وجہ سے مؤخر کرنے سے زیادہ ہے۔ اس طرح کل جو پیش آنے والا ہے، اس سے آنکھیں بند کر کے آج کو بہتر بنانے کی کوشش حاوی ہوگئی ہے۔

فوری خواہش کے اثرات کردار پر گہرے ہوتے ہیں۔ نفسانی جبلت اور دُنیاوی رغبتوں کی غلامی کا یہ انداز جرائم اور ظلم کے راستے پر لے جاتا ہے۔ انسان اپنی اولاد کو قتل کر دیتا ہے کہ

میرا رزق کم ہو جائے گا، اپنے والدین سے رشتہ توڑ لیتا ہے کہ یہ میری راحت میں کمی کا باعث ہوں گے۔

آج اور اس وقت کی طلب نے فوری [Instantaneous] رجحان کو فروغ دیا ہے کہ ہر چیز تیار حالت میں ملے۔ اس کے باعث رفتار کے حصول کی اور اس کو بڑھانے کی کوشش ہوئی، تاکہ جہاں پہنچنا ہو، جو کام کرنا ہو وہ فوراً ہو سکے۔ رفتار میں اضافے کے نتیجے میں وقت کا دباؤ کم ہونے کی توقع کبھی پوری نہ ہوئی بلکہ زندگی کی پیچیدگیوں میں اضافہ ہوا۔ جس سے نمٹنے کے لیے خود کاری [Automation] اور سبک رفتاری [Acceleration] کی ٹیکنالوجی آئی۔ عصرِ حاضر میں انسانی تمدن کے ارتقا میں ٹیکنالوجی کا بہت بڑا کردار ہے۔ انسانی معاشرہ اس کے مثبت اور منفی دونوں قسم کے اثرات میں آج گرفتار ہے۔

7۔ زیادہ سے زیادہ پیداوار اور کم سے کم وسائل کی جستجو کوئی بری بات نہیں۔ اس کے نتیجے میں وسائل ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ وقت کم صرف ہوتا ہے، اخراجات کم ہوتے ہیں لیکن اس کا ایک منفی نتیجہ یہ نکلا کہ وقت کی قیمت لگ گئی۔ وقت خود قیمتی ہو گیا۔ وقت دولت اور کرنسی کی طرح کی حیثیت اختیار کر گیا۔ پیسہ وقت کا قائم مقام بن گیا۔ قوت کا ایک اظہار اس وقت کی خرید و فروخت اور سودے سے ہونے لگا۔ جہاں،

جس کا بس چلا، اس نے وہاں غلام بنا کر، زنجیروں میں جکڑ کر اور رنگ و نسل کی تفریق کرتے ہوئے وقت کو پیداوار کے لیے زبردستی حاصل کر لیا۔ سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام میں وقت پر تسلط قائم کیا گیا۔ وقت دینے کو زندگی دینے کے برابر سمجھ لیا گیا۔ جس سے کچھ وقت لینے کا سودا ہوا، اس کی پوری زندگی کو بھی ساتھ ہی قابل تصرف سمجھ لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مغرب میں 'ٹریڈ یونین' [مزدور انجمنوں] کے ہنگامے ہوتے تھے تو احتجاج شروع کرتے ہی مزدور فیکٹری کی گھڑی ضرور توڑ دیتے تھے، اس لیے کہ وہ استحصال کی علامت تھی۔ وہ حاکم کے حق میں اور محکوم کے خلاف فیصلہ دیتی تھی۔

8۔ مغرب نے وقت کے ساتھ ہم آہنگی [Time culture] کا تصور اُجاگر کیا، تاکہ پھیلتی ہوئی اجتماعی زندگی کو باندھا جائے۔ اس سے آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ آج یہ تصور اور شوق ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی معمولات منظم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی تصور 'ملکیتی وقت' [Property time] یا 'اپنے وقت' [Self time] کا تھا، تو وہ بتدریج سکڑتا چلا گیا۔ قوت کے مراکز ادارے اور افراد کا منشا وقت کے بارے میں بھی حاوی ہو گیا۔

9۔ کچھ لوگوں کے پاس وقت زیادہ ہے اور کچھ کے پاس کم۔ کچھ کو

CamScanner

محسوس ہوتا ہے کہ وقت ان سے چھینا جا رہا ہے، جب کہ کچھ حسبِ منشاوقت سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔ غریبوں کے حصے میں انتظار اور پھر امیدوارانہ مایوسی ہی آئی۔ کمزور اچھے وقت کے انتظار میں کام کرتا رہتا ہے، بہتری کی توقع رکھتا ہے اور وقت کو گزارنے کا بندوبست کرتا ہے، اِدھر امیر اور بااختیار کا وقت بھی اس طرح مختلف مطالبوں کے شکنجے میں پھنسا ہوا رہتا ہے کہ وہ ساری زندگی اپنے اختیار میں وقت [Self time] کے حصول اور اضافے کی کوشش میں سارا وقت گنوا دیتا ہے۔

10۔ میڈیا ٹیکنالوجی کی مدد سے نشریاتی رابطوں [Broadcasting networks] کے تعاون سے ایک جانب شعور اور تاثرات میں یکسانیت اور کسی واقعے اور خبر کے بیک وقت مشاہدے کی سہولت فراہم کی ہے۔ اس سے اثر ونفوذ کی راہیں تو بہت کھلی اور کشادہ ہو گئیں، لیکن ہم آہنگی کا ایک غلط تاثر قائم ہو گیا۔ ایک وقت میں مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے افراد کے درمیان یکسانیت پیدا کرنے کے لیے، انھیں مشترکہ طور پر کسی عمل میں شریک ہونے کا موقع وقت کے اختلاف اور فاصلوں کی نوعیت کو زائل کر دیتا ہے۔ عالمیت کو تقویت پہنچانے کے لیے یہ ہم آہنگی کا سراب [Illusion] اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

CamScanner

وقت کو سمیٹنا [Time compactness] اور اختلافِ وقت کے نتیجے میں شعور و احساس کے اختلاف کے امکان کو کم کرنا جدید کاروباری کوششوں کا اہم مرکز ہے۔ ایک وقت میں دُنیا بھر سے کروڑوں افراد کسی ایک جگہ ہونے والے میچ یا جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک وقت میں جو ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دائرہ کار بڑھ گیا ہے۔ جو پہلے فاصلے کی وجہ سے متعلق نہ تھے، وہ بھی براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔

اسلامی تصورات

وقت کو 'عقیدۂ توحید' کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو مغربی تصورات سے یکسر مختلف تصویر بنتی ہے۔ فہمِ وقت کا یہ انداز خلافتِ ارضی پر مشتمل انسانی زندگی کے تقاضوں اور ضروریات کا مکمل طور پر لحاظ رکھتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ تخلیق کو آشکار کرتا ہے، اس کی شانِ ربوبیت پر دلالت کرتا ہے اور بندے کو اپنے ربّ سے جوڑ دیتا ہے۔ حقیقتاً یہ تصور انتہائی جان دار ہے۔

وقت پر غوروفکر ہر انسان کے بس میں ہے۔ گردش لیل و نہار، آئینہ ایام، اور تماشائے دُنیا میں انسان مشاہدے، تجربے کے علاوہ ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے اثر لیتا ہے اور اپنا اثر ڈالتا ہے۔ روزمرہ کے واقعات، وقت کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وقت ایک ڈرانے والی اور جھنجھوڑنے والی شے ہے۔ یہ ایک ایسا چیلنج ہے، جو خوش کن کم اور خوف ناک زیادہ ہے۔ وقت سراب کی طرح نظر آتا ہے۔ انسان لمحات کی تلاش میں، گزشتہ

اوقات کی یاد میں، اور توقعات کے پورا ہونے کے انتظار میں اور تیزی سے گزرتے ہوئے وقت کو کسی کام سے بھرنے کے بارے میں سوچتے سوچتے گزر جاتا ہے۔ یہ ایسا جام ہے، جو غافل کو اور زیادہ دھوکے میں رکھتا ہے اور سوتے ہوئے کو اور زیادہ مدہوش کر دیتا ہے۔ جو اس کے پیچھے ہوتا ہے، وقت اس سے آگے بھاگتا ہے۔

وقت، مومن کے لیے نعمت ہوتا ہے۔ ایمان گزر جانے والے وقت کو محو نہیں ہونے دیتا بلکہ اس کو ہمیشہ کے لیے اَمر بنا دیتا ہے۔ ایمان، وقت کے انتظار سے بچاتا ہے، قوتِ عمل کو بروے کار لانے کا داعیہ فراہم کرتا ہے۔ ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر آن ہمیشہ کی زندگی کا نیا باب کھول دیتا ہے۔ اللہ کی نصرت سے وقت سکڑتا ہے اور پھیلتا ہے۔ کام آسان ہو جاتے ہیں، راہیں کھل جاتی ہیں۔ مزید کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جو زندگی پلک جھپکتے گزر جاتی ہے، وہ اَبدی اور لازوال نعمتوں کی حقیر سی قیمت ٹھہرتی ہے۔ ایسی زندگی آہ! کاش! اور انتظار کی صعوبت سے ناآشنا رہتی ہے۔ وقت اِس کی مٹھی میں بند رہتا ہے۔ جو وقت کے پجاری ہوتے ہیں، وہ محروم رہ جاتے ہیں اور جو وقت کے شکاری ہوتے ہیں وہ اسے سرنگوں کر لیتے ہیں۔

وقت اللہ تعالیٰ کی ایک تخلیق ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ ایک ایسی تخلیق ہے جو دیگر مادّی تخلیقات سے قبل وجود میں آتی ہے۔ تخلیقی عمل کے تسلسل کا اسٹیج وقت کی لہر پر استوار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی

تخلیقات کے درمیان رابطہ اور تعلق کا وسیلہ بھی ہے۔اس لیے وقت پر غور وفکر انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب لے آتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے۔اس پر ایمان وقت کے میعار پر انسانی زندگی اور تمام مادّی اشیا کے فانی ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اَبدی وجود کو واشگاف حقیقت کے طور پر دیکھ کر ہو جاتا ہے۔غیب تک رسائی وقت کے نظام پر غور کرنے سے ہو جاتی ہے۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے وقت اور اس کی بعض خصوصیات کے بارے میں بیان فرمایا ہے:

اللہ وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اُونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے۔کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اُوجھل ہے، اِس سے بھی وہ واقف ہے، اور اُس کی معلومات میں سے کوئی چیز اِن کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی، اِلاّ یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اِن کو دینا چاہے۔ اُس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور اِن کی نگہبانی اُس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔بس وہی بزرگ و برتر ذات ہے۔[البقرۃ2:258]

اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے وقت کا وہ سانچا یا معیار جو انسانی زندگی کے ساتھ متعلق ہے، استعمال نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نظمِ وقت کی خالق ہے، اور وہ خود تمام پہلوؤں سے اُس وقت کے نظام سے ماوراا اور بالاتر ہے۔ اللہ زندہ وجاوید ہے اور حیّ وقیوم ہے۔

یہ وقت کا کون سا تصور ہے؟ اِس کا ادراک شاید انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ زمین اور آسمان میں جو وقت بر پا ہے، اس کے محدود علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اندازہ لگانا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ یہ ایسے ہے کہ جیسے ہمیں معلوم ہے کہ اللہ جمیل ہے، لیکن اِس خوب صورتی کا ادراک انسانی ذہن کی صلاحیت سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وقت اور کام میں کسی تھکن اور نیند کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں انسانی وقت دورے کی مانند چلتا ہے۔ جو روزانہ ایک بار ایک دورہ مکمل کرتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر ماہ وسال کا دورہ ہوتا ہے، اور پھر پوری زندگی اپنا دورہ مکمل کر لیتی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:

- انسان پہلے بچہ ہوتا ہے اور پھر مختلف ادوار سے گزر کر دوبارہ بچے کی طرح محتاج بن جاتا ہے۔

اس طرح زمانے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- یہ بار بار لوٹ کر آتا ہے، عروج وزوال کی تصویریں بنتی اور بگڑتی ہیں۔

◆ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں، جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔[آلِ عمرٰن]

اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے وقت نہ دورہ ہے اور نہ کوئی لکیر جو کھینچ دی گئی ہو۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کائنات کے وقت کی حیثیت ایک ایسے خط کی ہے، کہ جو مسلسل حرکت پذیر ہے۔ اس کے سارے مراحل اور نقش عملاً پہلے سے بتائے نہیں جاسکتے ہیں۔ یہ کوئی تیر نہیں کہ جو چھوڑا جاچکا ہو۔

انسانی جسم وقت گزرنے کے ساتھ تھک جاتا ہے۔ وقت کا بوجھ اسے مجبور کر دیتا ہے کہ وہ کام سے دست بردار ہو جائے۔ آرام اور کام کا پھیر وقفوں کی شکل میں بار بار آتا ہے اور یہ طبعاً انسان کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ باور کراتا ہے کہ وہ اس سے بالاتر ہے۔ آیت الکرسی کی آیت کے درمیانی حصے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوراتی نوعیت کا یہ وقت دراصل ایک مخصوص سمت میں آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کا مدار مسلسل اس کو ایک منزل کی جانب لے جارہا ہے۔ وقت بذاتِ خود حالتِ سفر میں ہے۔ وقت کا وہ مرحلہ جو انسان دُنیا میں گزارتا ہے، ایک مہلت اور آزمایش کی شکل میں ہے۔ یہ وقت اپنا بڑا دورہ مکمل کر کے اُس مقام پر پہنچے گا، جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور واپسی ہوگی۔ دن اور رات کا پھیر، زندگی کا پھیر اور پھر زمین اور آسمان کے وقت کا پھیر اور آخر میں انسانیت اِسی مرحلے پر واپس پہنچ جائے کہ جہاں سے سفر کا آغاز ہوا تھا۔

آیت الکرسی کے آخر میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اقتدار کی تصدیق فرماتے ہوئے علم کے احاطے کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کچھ انسان کے سامنے ہے اور جو کچھ اُوجھل ہے، اس میں سب کچھ آ گیا ہے۔ عبادت کے لائق کوئی ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے کہ جو وقت کی خالق ہو، جس کی مشیت وقت پر غالب رہ سکتی ہے اور جو وقت کی منزل یعنی آخرت کا مالک ہو۔ جب کہ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ موت کے بعد زندہ ہوتا اور زندگی کے بعد پھر موت سے ہمکنار ہو کر دوبارہ زندگی پاتا ہے۔ انسان اپنے وقت اور کام کے معاملے میں مجبور ہے۔ نہ وہ اپنے وقت پر قادر، نہ اپنے کام کو از خود لینے کے لیے خود مختار۔ وہ محتاج ہے اور اپنے عالمِ قید سے باہر نہیں نکل سکتا ہے۔ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ نے چار انداز کے اوقات بتائے ہیں:

- ایک وہ وقت جو زمین اور آسمان میں پائے گئے وقت کی پیمایش اور تصور سے مبرا ہے۔ یہ وہ وقت ہے، جس کی تعریف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ وہ خود زندہ ہے اور قائم ہے۔ وہ تمام مشرقین و مغربین اور میقات و قطبین کا خالق اور مالک ہے۔
- دوسرا وقت وہ ہے، جو زمین اور آسمان میں ہے۔ اِس وقت کو سائنسی انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کی خصوصیات، تجزیہ اور فکر کے نتیجے میں واضح ہو سکتی ہے۔

CamScanner

- تیسرا وقت ہر انسان کا اپنا وقت ہے۔ یہ وقت زمین اور آسمان میں پائے جانے والے نظمِ وقت ہی کے تابع ہے۔ لیکن ہر انسان اپنی مخصوص مُہلت اور مدت کے لیے آتا ہے۔
- چوتھا وقت آخرت کا وقت ہے۔

مغربی تصورات نے فہمِ وحدت کی حدود سے آخرت کو بے دخل کر کے اس کو ایک ایسی ریل گاڑی بنا دیا ہے، جس کے نیچے پٹڑی نہیں ہے۔ اور چونکہ پٹڑی نہیں اس لیے اس کا کوئی اسٹیشن بھی نہیں ہے۔ زمینی، کائناتی، انسانی، علمی، معاشرتی، تاریخی، کسی بھی نقطۂ نظر سے وقت کا تصور قائم کرنے کے لیے وقت کا سرا تلاش کرنا ہوگا۔ وقت کی منزل، اس کی ابتدا اور انتہا کا اندازہ لگانا ہوگا۔ وقت کی سمت سے لاعلمی یا بے توجہی کے نتیجے میں وقت ایک حسابی مشق بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کا میکانیکی تصور بے جان ہے اور انسانی زندگی کو مسخ کر دیتا ہے۔

وقت ایک ایسا معمہ ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے انسان کو اپنے حس و شعور کی گہرائیوں اور تجرباتی و مشاہداتی صلاحیتوں کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔ یہ ایک کیفیت بھی ہے اور حقیقت بھی۔ ایک قدر بھی ہے اور خبر بھی۔ ایک قوت بھی ہے اور ہتھیار بھی۔ ایک موقع بھی ہے اور نتیجہ بھی۔

وقت کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل ہوا تھا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل زماں و مکاں کی صورت گری اور ہیئت سازی کرنے کا اشارہ کیا ہے:

تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اُس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمھاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمھیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اُسی کی طرف تم کو پلٹ کر جانا ہے۔ وہی تو ہے، جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اُوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔[البقرۃ 2:28-29]

انسان کو 'خلیفہ' [Vicegerent] کی حیثیت سے رہنے سے قبل زمین کو انسان کے لیے تیار کر دیا گیا تھا اور زمین نے اپنا دورہ شروع کر دیا تھا۔ زمینی وقت میں دن اور رات کی گردش، موسمیاتی تغیرات، ماہ و سال، صدی و ہزاروں کا ایسا نظام بنایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کی بقا اور اس کے تمدن کا ارتقا ممکن ہو جائے۔ تمام قدرتی عوامل وقت کے نظم کے پابند ہیں۔ ہر شے اور ہر فعل کے ساتھ وقت کی تقدیر مطلق ہے۔

زمینی وقت کا، جس کا اہتمام انسانی زندگی کو ممکن بنانے کے لیے کیا گیا ہے، نقطۂ اختتام قیامت ہے۔ یہ وہ دن ہے جب وقت کا دورہ تھم جائے گا۔ اس کا پھیر اس کو ایک ایسے مقام تک پہنچا دے گا، جہاں یہ پورا نظمِ وقت تہس نہس ہو جائے گا۔ زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے، وہ وقت کے اس دورے اور پھیرے کے اُوپر اپنی زندگی بقا کے لیے منحصر ہے۔ کوئی شے، کوئی زمینی عمل، بس اتنا ہی پائیدار ہو سکتا ہے،

CamScanner

جتنا کہ زمینی وقت۔ زمین اور آسمان کے درمیان ہر شے اس وقت کو قائم رکھنے اور اپنے عرصۂ حیات کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وقت کے کندھوں پر یہ سفر اِن کو آغاز سے فنا کی طرف لے جاتا ہے۔

زمینی وقت کی خصوصیات میں اس کے نقطۂ آغاز، نقطۂ اختتام، دورے اور پھیرے کی شکل میں مسلسل حرکت، مدت اور مہلت کے تعین اور آخرت کی سمت کی جانب بہاؤ کے علاوہ ایک اور بڑی خصوصیت اس کا مختلف مرحلوں اور ادوار میں قابلِ تقسیم ہونا ہے۔ اس طرح واقعات کا ہونا ممکن ہو جاتا ہے اور وقت کا میدان مختلف مدارج سے گزرنے کے قابل بنا تا ہے۔

سورۂ بقرہ کی اُوپر بیان کی گئی آیت میں زمینی وقت کے ساتھ انسانی زندگی کی پانچ حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے:

• انسان پہلے بے جان تھا، • پھر اس نے زندگی پائی اور اپنے عرصۂ حیات کو مکمل کر کے دوبارہ بے جان ہو گیا، • اس کے بعد پھر اسے زندگی دی جائے گی اور، • وہ اللہ کی طرف پلٹ کر جائے گا، • ہر انسان کی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقلی وقت کی اپنی منزل کی جانب مسلسل پیش رفت کا ثبوت ہے۔

انسانی شعور کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ اپنے جسم و جان کے زمینی وقت کی حدود و قیود میں مجہور اور پابند ہونے کے باوجود

آخرت اور اس کے بعد کے وقت کا نہ صرف ادراک کرسکتا ہے بلکہ غیب سے تعلق جوڑتے ہوئے آخرت اور دوزخ و جنت کی کیفیات کو پاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوسکتا ہے۔ انسان اور کسی بھی دوسری تخلیق میں جو زمینی وقت میں گرفتار ہے، یہ ایک بنیادی فرق ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کی یہی صفت بیان کی ہے:

اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ [البقرۃ 4:2]

گویا انسان آخرت کو اس انتہا تک دیکھ سکتا ہے، جہاں اُس کو یقین ہو کہ وہ وقت موجود ہے۔ اگر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اس سوال کے جواب میں کہ احسان کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد پر غور کیا جائے:

تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کی قدرت نہیں رکھتے تو اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

یعنی غیب کو بغیر اپنی آنکھوں سے دیکھے، انسان بصیرت سے پاسکتا ہے اور اپنے دل میں جذب کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسان طبیعی لحاظ سے زمینی وقت کے تابع رہتے ہوئے بھی حقیقی طور پر آخرت کے وقت پر یقین رکھے، اور اپنے آپ کو اُس کے لحاظ سے تیار کرے۔ تجرباتی و مشاہداتی سطح پر اس کا اس طرح ادراک کرے جیسے اس کو دونوں آنکھوں سے نظر آجانے والی کسی

چیز کا ہوسکتا ہے۔ آخرت پر ایمان! نام ہی بیک وقت دو اقسام کے وقت کی مختلف حالتوں اور اُن کے تقاضوں کو سمجھنے اور برتنے کا نام ہے۔ ایمان سے محرومی کے نتیجے میں انسان اپنے آپ کو آخرت کے وقت کے اُن عظیم تصورات اور اس کے لامتناہی اثرات سے الگ کر لیتا ہے۔ وہ ایک ساکت نما وقت کی سلسلہ وار حرکت اور اس کے بتدریج ماہ و سال کی صورت میں آگے بڑھنے کی حد تک محدود ہو جاتا ہے۔ وقت کا ایسا ساکت اور یک رُخا تصور انسانی زندگی کو بے معنی بنا دیتا ہے۔ زندگی کی ابتدا اور اس کی انتہا کے سارے مراحل اُوجھل ہو جاتے ہیں۔ انجام کار، جدوجہد کی فکر ختم ہو جاتی ہے۔ ذمہ داری اور جواب دہی کے بغیر نظم پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے زندگی کی تعریف اور اس کا تقاضا وقت کے آئینے ہی میں ہوسکتا ہے۔

کسی انسانی جان کی پیدایش یا اس کا خاتمہ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ [البقرۃ 156:2] کی نشانی ہوتا ہے، یہ آیت انسانی زندگی کے دورہ کو سمیٹ لیتی ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے اور اِسی طرف واپس لوٹ کر چلی جاتی ہے۔ کیلنڈر اور گھڑی کے بتائے ہوئے وقت سے ایک گاڑی کی طرح وقت کے آگے بڑھنے یا دریا کے بہنے کی طرح وقت کے گزرنے کا تاثر تو ملتا ہے، لیکن وقت کا مہلت اور میعاد ہونے کا تاثر نہیں ملتا ہے۔

آخرت کے وقت کی فکر میں جذب ہو کر زمینی وقت کی مجبوریوں

CamScanner

کو ختم کیا جا سکتا ہے، اس کی پابندیوں سے آخر کار آزاد ہوا جا سکتا ہے۔ زماں کی حدود، مکاں کی قیود کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ زماں و مکاں کا نظام انسانی زندگی کی استواری کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کے خول سے ایمان کے نتیجے میں ہی باہر نکلا جا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر لیلۃ القدر کا انعام ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ ایک ہزار مہینوں کا مطلب 30 ہزار دن یا 83 برس سے زائد عمر ہے، یعنی ایک رات یا پانچ راتوں کی عبادت ایک زندگی اور ایک عمر کے برابر قرار دی گئی ہے۔ 10 سال اگر لیلۃ القدر کا اہتمام کیا جائے تو 10 زندگیاں نذر ہو گئیں۔ ذرا سوچیں، ایمان کے علاوہ وہ کون سا دوسرا راستہ ہے، جو ایک رات کی یہ قیمت دے سکتا ہو۔ اِس طرح ہر نیکی کا کم از کم اَجر 10 گنا ہے اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے۔

شہادت موت کو شکست دے دیتی ہے۔ موت کو موت کا شکار کر دینا نظمِ وقت کے طبیعی اُصولوں کی اور سائنس دانوں کے فہم و فراست کی روشنی میں ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ صرف آخرت پر ایمان کی وجہ سے ممکن ہے۔

تاریخوں کے تعین کے لیے اسلامی کیلنڈر قمری حساب سے استوار ہوتا ہے۔ چاند زمین کے گرد گھومتا ہے اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

CamScanner

اے نبی! لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو یہ لوگوں کے لیے تاریخوں کے تعین کی اور حج کی علامتیں ہیں۔ [البقرۃ2:189]

اس آیت سے قبل جو آیت ہے وہ لوگوں کے مال ناروا طریقے سے نہ کھانے کی ہدایت کرتی ہے۔ شمسی نظام کو اختیار کرنے کی ایک وجہ دراصل سودخوری تھی۔ رومی دور میں سود کا حساب رکھنے کے لیے کیلنڈر کی صورت میں ایام اور ماہ و سال کا حساب رکھا جانے لگا۔ اس کے نتیجے میں موسم اور دوسرے قدرتی تغیرات کا حساب تو رکھا ہی جاتا تھا۔ اسلام کیلنڈر کے لحاظ سے چاند اور دن میں عبادات کے اوقات کے تعین کے لیے سورج کو ذریعہ بناتا ہے۔ نمازوں اور رمضان میں سحر و افطار کا حساب سورج سے ہوتا ہے، جب کہ رمضان اور حج کا حساب چاند سے رکھا جاتا ہے۔ چاند کے ذریعے وقت کا دوراتی حساب رکھا گیا ہے اور سورج کے ذریعے وقت کا سلسلہ جاتی حساب رکھا گیا ہے۔ وقت کا پیغام دورے کے لحاظ سے پلٹنے کا ہے، گھیرا مکمل کر جانے کا ہے اور مدت کے لحاظ سے دو واقعات کے درمیانی عرصے کی پیمایش کا ہے۔ اِسی لیے گھڑی سورج کے حساب سے مدت بتاتی ہے۔

وقت کے ذریعے سے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ انسانی عمل کا وسیلہ وقت کی سواری ہے۔ وقت کے دو مرحلوں میں جو تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ ایک واقعے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا

یہ اوّلین مظہر ’توحید‘ کا بھی بہت بڑا ثبوت فراہم کرتا ہے۔قرآن میں فرمایا ہے:

اللہ ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے خارج کرنے والا ہے۔ یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے، پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟ پردۂ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے۔ اُسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے۔ اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع وغروب کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب اُسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھیرائے ہوئے اندازے ہیں۔[الانعام96:6]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ وقت کو، وقت کے ساتھ ارتقا کو، تخلیق کے تسلسل کو، زندگی اور موت کے مدارج کو، توحید کی دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے، یعنی وقت، توحید اور تخلیق ان تینوں کا تعلق اس آیت میں ظاہر ہے۔ مغرب کے مادی اور مشینی تصور کے مقابلے میں اسلام وقت کو زبردست تخلیقی تحریک اور قوتِ کار کے طور پر بیان کرتا ہے۔

سورج اور زمین اپنے محور اور مدار پر ہیں۔ لیکن اِن کے تعلق میں اس انداز سے تبدیلیاں آتی ہیں کہ اس دُنیا میں نباتات، جمادات، حیوانات اور انسان کی زندگی کی بقا، نسل کے تسلسل اور پھیلاؤ کا اہتمام ہو جاتا ہے۔ دن اور رات کا اختلاف، رات کی تاریکی میں سے دن کا نکل آنا اور دن کی روشنی کا ڈھل کر دوبارہ رات ہو جانا، یہ ایک ایسا عمل ہے

CamScanner

جو اپنے اندر معانی کا ذخیرہ رکھتا ہے۔ دن اور رات کا اختلاف درحقیقت دو متضاد اور مختلف حالتوں کی موجودگی کی دلیل ہے۔

اس دُنیا میں بھی ایسا ہی ہے۔ دو قوتیں حق اور باطل کی ہیں، خیر اور شر کی ہیں، ایمان اور کفر کی ہیں۔ دن کی روشنی دعوتِ عمل دیتی ہے، رات کی تاریکی طلب سکوت لے کر آتی ہے۔ دن کا پوری طرح سے روشن ہو کر پھر بتدریج مدہم ہو جانا اور رات کے سماں کا چھا جانا، اس دُنیا کی عارضی چکا چوند کا ثبوت ہے۔ فنا ہو جانا اور ختم ہو جانا جو اس کا مقدر ہے، اس کا اظہار ہے۔ جس خدا کے ہاتھ میں دن اور رات کا آنا اور جانا ہے، اس کے ہاتھ میں عزت و ذلت بھی ہے۔ زندگی کے بعد موت کی یاد دہانی کے لیے شام کا اور پھر رات کا آنا بہترین تذکیر ہے۔

دن اور رات کا مسلسل ایک ڈھب پر اور ایک اصول کے مطابق آنا اور جانا، اس کائنات میں تنظیم، ترتیب، اور پیہم حرکت کی نشانی ہے۔ جمود کے مقابلے میں تبدیلی پر مبنی فطرت کا اظہار ہے۔ تغیر اور تبدل کا پیغام ہے۔ اس تبدیلی کے ساتھ ہم آہنگ ہونا، اس کے تقاضوں کا مؤثر جواب دینا، اس کی ضرورت کا شعور اور احساس کرنا، کامیاب زندگی کا تقاضا ہے۔

انسان کی زندگی کو جہاں حرارت چاہیے تا کہ روشنی اور گرمی پہنچے، وہیں رات کا سکون اور ٹھنڈک بھی چاہیے، تا کہ قوتِ عمل کو تازہ کیا جائے اور زندگی کو جو گھر اور باہر تقسیم ہو جاتی ہے، مربوط کیا جائے۔

زندگی کے خارجی اور اندرونی پہلوؤں میں توازن پیدا کیا جائے۔ دن کو دُنیا نظر آتی ہے اور خوب متاثر کرتی ہے، اپنے آپ سے وابستہ کر لیتی ہے۔ رات کو آسمان کے نیچے ستاروں کا خوب صورت ہجوم نظر آتا ہے۔ نگاہ اُوپر اُٹھ جائے تو واپس نہیں آتی۔

دن اور رات کا آنا اور جانا، موسمیاتی تبدیلیاں لے کر آتا ہے۔ ہواؤں اور بارش کا نظام، درجۂ حرارت کی تبدیلیاں اِسی عمل سے وابستہ ہیں۔ زمین کے سینے میں چھپا ہوا دانہ، اللہ تعالیٰ کی توجہ سے کونپل بن کر نکلتا ہے۔ مختلف موسم مختلف انواع و اقسام کے پھل لاتے ہیں۔ زمین میں زندگی پانا تو ویسے ایک دفعہ ہی ہوتا ہے اور زندگی کا موت کی صورت میں تبدیل ہونا بھی۔ لیکن روزانہ اُٹھنے اور سونے کا جو انسانی عمل ہے، اس کو بھی زندگی اور موت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> وہی ہے جو رات کو تمھاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اُسے جانتا ہے۔ پھر روز وہ تم کو اس کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقرر مدت پوری ہو۔ آخر کار اِسی کی طرف تمھاری واپسی ہے۔ پھر وہ تمھیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ [الانعام 60:6]

زندگی اور موت جیسی حالت میں، روزانہ مبتلا کرنے کا مقصد، اس بات کو مسلسل تازہ رکھتا ہے کہ ایک وہ وقت آئے گا، جب بند ہونے والی آنکھ

دوبارہ حسبِ معمول نہیں کھلے گی اور جب اس دُنیا سے رشتہ کٹ جائے گا۔ اس لحاظ سے طبیعی وقت ایک ڈرانے والا وقت ہے۔ یہ لرزہ طاری کرنے کے لیے کافی ہے۔ جس وقت میں الحاقة، القارعة، الواقعة جیسے ہولناک موڑ کا آنا یقینی ہو، اس کا ہر لمحہ کتنی نازک ذمہ داری لے کر آتا ہے۔

دن اور رات کے عمل کے بغیر زمین اور آسمان کی تخلیق مکمل نہیں ہوسکتی تھی۔ وقت کا جو نظام اس طرح تشکیل پا گیا وہ ایک قرینہ فراہم کرتا ہے، ایک فطری اسلوب اور قدرتی ڈھانچا بن جاتا ہے۔ اس کائنات کی ہر شے اپنے نمو اور ارتقا کے نظام کے لیے لیل و نہار کی گردش کی تابع ہے۔ تخلیق کا یہ عمل دن اور رات کے رُک جانے پر ختم ہو جائے گا۔ لیکن یہ ایک نظام ہے جس کا ایک مقصد ہے۔ قرآن بار بار اس نظام کی جانب توجہ اس لیے مبذول کراتا ہے کہ وہ مقصد واضح ہو جائے جس کے تحت یہ نظام چل رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وقت کے خول سے باہر نکل کر اپنے وجدان اور شعور کا استعمال کیا تو وہ نظمِ وقت کے ظاہری عمل یعنی چاند، سورج اور ستاروں کی دوڑ سے دھوکا کھانے سے بچ گئے۔ اُن کو دوسری نظر میں معلوم ہو گیا کہ یہ تو خود محکوم ہیں۔ آپ علیہ السلام کی یقین افروز بصیرت نے پھر اُس کو پا لیا جو غیب کے پردوں میں بظاہر چھپا ہوا ہے، لیکن سب کا خالق ہے اور خوب واضح ہے۔ سورج باوجود

بڑے اور بھاری اور خوب روشن ہونے کے محض ایک علامت تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس طرح غور وفکر کے عمل سے گزر کر ایمان ویقین کی لازوال نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ ان کو اُبھرتے اور ڈوبتے وقت نے یہ بتادیا کہ یہ سب کچھ ایک مقصد کے تحت خالق کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ وقت نے وہ رُخ متعین کر دیا، جس کی طرف پھر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام یکسو ہو گئے:

میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کر لیا ہے، جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے۔ [الانعام 78:7]

وقت کی اقسام اور ہر قسم کا ایک منفرد انداز، اس کائنات کے پیچیدہ نظام کو چلانے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ تخلیقات کا تنوع اوقات کے تنوع کا بھی تقاضا کرتا ہے، اور ساتھ ہی تمام تر تخلیقات کے ایک خالق اور اوقات کے ایک مالک کی سب سے بڑی شہادت بھی اس نظام پر غور کرنے سے مل جاتی ہے۔ گویا کثرت ہی میں وحدت کی دلیل چھپی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ منفرد اور یکتا ہستی ہے، جو اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ توحید کا تصور اتنا جان دار اور جامع ہے کہ اس کا مطلب وقت کی مختلف حالتوں کا کوئی مجموعہ نہیں بلکہ وقت کی مختلف حالتوں کا وحدت اور اکائی کی صورت میں سمو لیا جانا ہے۔

CamScanner

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جائے، اُس دن وہ ہو جائے گا۔ اِس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا، اُس روز بادشاہی اِسی کی ہوگی۔ وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔[الانعام73:6]

یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توحید کی طرف فکری سفر کی روداد سے قبل آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار مختلف قسم کے اوقات کی تخلیق اور ان کی مدت کے ایک دوسرے کے بعد آنے اور جانے کا اَمرِ واقعہ بیان فرمایا ہے۔

- زمین اور آسمان کی تخلیق کے ساتھ ہی سورج اور چاند اور زمین کے گردشی نظام کے ذریعے وجود میں آنے والا وقت کا خول بھی ظاہر ہے کہ کسی اور طرح کے وقت کے بعد وجود میں آیا ہوگا، یعنی ایک وقت تخلیق سے قبل تھا۔
- دوسرا تخلیق کے بعد سے شروع ہو کر قیام تک رہے گا۔ زمین کی تخلیق کا عمل بھی کروڑوں اور اربوں سالوں پر محیط نظر آتا ہے۔
- تیسرا نظامِ وقت قیامت کی گھڑی سے قائم ہو جائے گا جب موجودہ وقت کے اجزائے ترکیبی نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اس وقت کے لیے مشرق و مغرب اور چاند، سورج اور زمین کی حرکت کا

نظام العمل کیا ہوگا، اس کی تفصیل اس وقت واضح نہیں ہے۔

- چوتھا نظامِ وقت اس وقت قائم ہوگا کہ جب لوگ دوبارہ اُٹھا کر زندہ کیے جائیں گے۔

آیت مذکورہ میں اوقات کی مختلف اقسام کے بتدریج قیام کو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور قدرتِ کاملہ کی تصدیق کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم کی جامعیت، کاملیت اور ہر شے پر اس کا محیط ہونا اُسی وقت ممکن ہوسکتا ہے کہ جب ایک ہستی وقت کے ایک خول سے اندر اور باہر سب کچھ اس طرح دیکھ سکتی ہو۔ وہ وقت کہ جو ابھی آیا نہیں ہے، اس کے بھی انتہائی سرے پر دیکھ سکتا ہو اور یہ بھی کہ کیا کچھ آیندہ ہونے والا ہے؟ یہ ہستی، اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں!

زمینی وقت کی ایک خصوصیت اس کا مدت اور مہلت کی شکل میں پایا جانا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اُتارے جانے کے بعد بنی نوع انسانیت کی مہلت کا آغاز ہوگیا اور یہ مدت وہ ہے جو اِس دُنیا میں قیامت تک جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فرمایا، اُتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے قرار اور سامانِ زیست ہے۔

دوسری مدت وہ ہے جو ہر قوم یا قریہ کے لیے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدت پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔ [الاعراف 34:7]

تیسری مدت وہ ہے جو ہر فرد کو اُس کی عمر کی صورت میں ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے اور اس میں سے آخر کار نکالا جائے گا۔ [الاعراف 24:7]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے زمین اور آسمان بنائے، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں۔ پھر بھی وہ لوگ جنھوں نے دعوتِ حق کو ماننے سے انکار کر دیا ہے دوسروں کو اپنے ربّ کا ہمسر ٹھیرا رہے ہیں۔ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تمھارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی، اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے، جو اُس کے ہاں طے شدہ ہے۔ [الانعام 6:1-2]

دورہ، مدت، مہلت، بار بار، یہ انسانی وقت کی خصوصیات ہیں۔ قرآن میں مہلت کے اَٹل ہونے پر بے انتہا زور دیا گیا ہے۔ یہ

وقت کبھی ٹل نہیں سکتا، اس سے کسی کو مفر نہیں۔ کوئی اس سلطنت سے باہر نہیں جا سکتا۔ کوئی اس طریق کار کو تبدیل نہیں کر سکتا ہے۔ یعنی مدت و مہلت کی شرائط کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مشرق اور مغرب نظامِ وقت کے وہ دوستون ہیں کہ جن پر وقت کا نظام قائم ہے۔ وقت مشرق سے شروع ہوتا ہے اور مغرب میں ختم ہوتا ہے۔ توحید کا تقاضا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہستی کے اقتدار کا حصہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ جس طرف بھی تم رُخ کرو گے، اُس طرف اللہ کا رُخ ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ [البقرہ115:2]

وقت کے اندر سمت کا تصور بھی موجود ہے۔ وقت بذاتِ خود مخصوص سمت پر سورج اور زمین کی حرکت سے وجود میں آتا ہے۔ اس کے وجود میں آنے سے انسان سمیت ہر شے اپنی تخلیق کے تدریجی مراحل سے گزرنا شروع ہوگئی ہے، یعنی وقت میں جغرافیائی سمت کے علاوہ معنوی سمت بھی موجود ہے۔ انسان کا مقام اور اس کی عمر، ان دونوں کا تعین، سمت کے جغرافیائی و معنوی پہلوؤں کو بالترتیب نمایاں کرتا ہے۔ ذہن میں جائے مقام کا تعین مشرق و مغرب اور شمال وجنوب سے ہوتا ہے، جب کہ مشرق و مغرب کا تعین، پھر وقت کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ گویا سورج اور زمین کی گردش سے انسان کے لیے جائے مقام کے ساتھ

CamScanner

ساتھ مدت قیام کی معلومات اس کے تخلیقی سفر کی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے۔ جو وقت گزر گیا ہے عمر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ طے شدہ وقت سے اتنا وقت گویا کم ہو گیا۔

کس جگہ کیا وقت ہو رہا ہے؟ اس کے حساب کے لیے سمت کا حساب ضروری ہے۔ مشرق و مغرب سمت ہی کے دو اشارے ہیں۔ صبح و شام اور ستارے سمت کو واضح کرتے ہیں۔ انسان کے لیے یہ سمت انتہائی اہم ہے اور وہ کبھی بھی اس سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سمت سے باہر ہے۔ وہ سمت کا خالق ہے۔ وہ اطراف اور میقات، میعاد اور انجام پر غالب ہے۔ ہر رُخ اور ہر سمت اس کی ہے، وہ سب سمتوں کو سموئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ وقت پر جس طرح قادر ہے، اس کا اعلان ایک آیت میں یوں ہوتا ہے:

> وہ زمین اور آسمان کا موجد ہے، اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے لیے بس یہ حکم دیتا ہے کہ ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے۔[البقرۃ117:2]

'کُنۡ ، فَیَکُوۡن' کے تصور میں تمام فاصلے اور نظام ہائے اوقات سمٹ کر آ گئے ہیں۔ 'کُنۡ اور فَیَکُوۡن' اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہے۔ وقت اُس کا ہے اور سارے رُخ اُس کے ہیں۔ زمان و مکاں اپنے تمام وجود اور خلق کے ساتھ اُس کا ہے۔ توحید کی ایسی تعریف کہ

جس میں مادہ، قوت، قدر، وقت اور خلق کی تمام صورتوں پر مکمل اختیار ماقبل اور مابعد کے ساتھ جھلکتا ہو، 'کُنْ اور فَیَکُوْنُ' کے دو الفاظ سے زیادہ بہتر صورت میں ادا نہیں ہو سکتی ہے۔

توحید اور تخلیق اور وقت کے مابین تعلق کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی طرح زمین اور آسمان کے وقت کا پابند ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلق اور اَمر دونوں اُس کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد واقعات کا تذکرہ کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے نظام کی کنجیاں کس طرح اُس کے پاس ہیں اور وہ نشانی کے طور پر ماضی کو مستقبل سے اور مستقبل کو ماضی سے تبدیل کر سکتا ہے۔ گھڑی کی سوئی کو تیزی سے آگے یا پیچھے گھما سکتا ہے یا وقت گزرنے کے باوجود وقت کی زد میں آئی ہوئی اشیاء کو وقت کے اثرات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> تم نے اِن لوگوں کے حال پر غور کیا، جو موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے؟

[البقرۃ2:243]

اللہ نے اُن سے فرمایا:

> مر جاؤ۔ پھر اس نے ان کو دوبارہ زندگی بخشی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ انسان پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں

کرتے۔[البقرۃ243:2]

یعنی اس دُنیا ہی میں دوبارہ زندگی بخش دی۔ اِسی طرح بنی اسرائیل نے جب کہا:

جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں، ایمان نہیں لائیں گے،تو ایک زبردست کڑکے نے اُن کو آلیا وہ بے جان ہوکر گر گئے اور پھر اِنھیں دوبارہ زندگی دی گئی۔[البقرۃ 56-55:2]

اِسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مکالمہ ہوا تو زندگی اور موت کے بارے میں اس نے کہا کہ 'یہ تو میرے اختیار میں ہے'۔لیکن پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ 'اچھا، اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال لا، تو یہ سن کر وہ ششدر رہ گیا'۔ظاہر ہے کہ وہ سمجھ گیا کہ یہ دونوں اختیارات لازم و ملزوم ہیں اور یہ اللہ ہی کی ذات میں جمع ہیں۔قادر وہی ہوسکتا ہے کہ جو محیط ہو۔جو محیط نہ ہو وہ سمت کا تابع ہو کر حدود میں رہتا ہے۔

زندگی بعد موت اور زمینی وقت کے بارے میں کس طرح قرآن احساس و شعور کو جھنجوڑتا ہے، اس کے لیے یہ واقعہ نہایت سبق آموز ہے۔اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے:

یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو، جس کا گزر ایک بستی پر ہوا، جو اپنی چھتوں پر اُوندھی گری پڑی تھی۔اس نے کہا: ''یہ آبادی جو ہلاک ہوچکی ہے، اسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی

بخشے گا؟'' [البقرۃ2:259]

اِس پر اللہ نے اُس کی روح قبض کر لی اور وہ 100 برس تک مردہ پڑا رہا۔ پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا: ''بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو؟''

اِس نے کہا: ''ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا''۔

فرمایا: ''تم پر 100 برس اِسی حالت میں گزر چکے ہیں۔ اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو، اس میں ذرا تغیر نہیں آیا ہے۔ دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو [کہ اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو رہا ہے] اور یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اُٹھا کر گوشت پوست اِس پر چڑھاتے ہیں''۔

اس طرح جب حقیقت اس کے سامنے بالکل نمایاں ہوگئی تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ [البقرۃ2:259]

اِس دُنیا میں وقت گزرنے کے بعد محض ایک ذہنی تاثر کی حد تک محدود رہ جاتا ہے۔ 100 برس کے بعد انسان سوچتا ہے کہ یہ چند گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک دن گزرا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کس طرح کھانے اور پانی جیسی اشیا جن میں چند دنوں میں تغیر آ جاتا ہے، وہ وقت

گزرنے پر پڑنے والے معمول کے اثرات سے قطعی طور پر 100 سال تک مستثنٰی رہیں، جب کہ ساتھ ہی پڑا ہوا گدھا 100 سال میں کس طرح بوسیدہ ہوگیا۔ اِسی طرح پھر اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ کس طرح وقت کو سکیڑ کر اور سمیٹ کر ہڈیوں میں آناً فاناً گوشت پوست چڑھ جاتا ہے۔ بیک وقت یہ ایک ہی مقام پر پڑی مختلف اشیا پر مختلف طریقے سے اثر انداز ہوا۔ وقت آگے سے پیچھے ہوگیا۔ پھر پیچھے سے آگے آ گیا۔ کہیں بالکل ہی رُک گیا۔ حالانکہ زمین کا طبیعی و مشینی وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا۔

دُنیاوی وقت ایک سراب کی مانند ہے۔ جب تک انسان دور سے آنے والے وقت کو دیکھ رہا ہوتا ہے، اس کو بہت حسین لگ رہا ہوتا ہے۔ حال میں رہ کر مستقبل اچھا لگتا ہے۔ مستقبل میں پہنچ کر وہ تاثر محو ہو جاتا ہے۔ انسانی ذہن کل اور مستقبل کے پیرائے میں سوچ کر حال کو ترتیب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھے مستقبل کی توقع حال میں قوتِ عمل فراہم کرتی ہے۔ 'فکرِ آخرت سے بے نیازی، آخرت میں اچھے انجام کی ضمانت اور دُنیا اگر اچھی مل جاتی ہے تو آخرت بھی اچھی مل جائے گی'۔ اِس طرح کے عقائد یہودیت و نصرانیت اور مادہ پرست تہذیب کا خاصہ رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ دُنیا میں مزید مست ہو جانے کی شکل میں نکلتا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جس روز اللہ ان سب لوگوں کو گھیر کر جمع کرے گا، اس روز وہ جنوں [یعنی شیاطین] سے خطاب کر کے فرمائے گا: 'اے گروہِ

جن،تم نے تو نوعِ انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا'۔انسانوں میں
سے جو اِن کے رفیق تھے وہ عرض کریں گے،'پروردگار! ہم
میں سے ہر ایک نے دوسرے کو خوب استعمال کیا ہے اور اب
ہم اس وقت پر آپہنچے ہیں جو تو نے ہمارے لیے مقرر کر دیا
تھا'۔اللہ فرمائے گا: اچھا، اب آگ تمھارا ٹھکانہ ہے، اِس میں
تم ہمیشہ رہو گے۔ اِس سے بچیں گے صرف وہی، جنھیں اللہ
بچانا چاہے گا۔ بے شک تمھارا رب دانا اور حلیم ہے۔

[البقرة 130:2]

اِسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جنھوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت
ِبے آب میں سراب کی پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھے۔

[النور39:24]

وقت کے عارضی ہونے کی اس سے بڑی کیا مثال ہوسکتی ہے۔وقت جب بے پروا نظر آتا ہے تو اس لیے کہ وقت کے مالک نے ڈھیل دی ہے۔ انسان سمجھ بیٹھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہی ہوتا رہے گا۔ وقت گزرنے کی کیفیت غیر یقینی، مسلسل، یکسانیت اور بالخصوص خوش حالی کی صورت میں ختم ہوتی ہوئی لگتی ہے، یہاں تک کہ اللہ کی پکڑ آجاتی ہے۔ تاثرات پر مبنی وقت کی حالت پر صرف اور صرف ایمان ہی کے ذریعے یقینی کیفیت غالب ہوسکتی ہے۔ جب انسان آخرت پر نگاہ جما کر دنیا

گزارتا ہے تو وہ اِس دُنیا کے گزرنے والے لمحات کو آخرت کے خالصتاً، دائمی اور حقیقی لمحات کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔

وقت کا تاثر انسان کی حِس اور شعور کی پیداوار بھی ہوتا ہے۔ 'کیا وقت ہے' کا جواب جب گھڑی سے ملتا ہے تو ساتھ 'کیسا وقت ہے' کا جواب بھی ذہن جوڑ دیتا ہے۔ انسان اپنی شناخت اپنے وقت کے بارے میں تاثرات سے قائم کرتا ہے۔ کامیابی و ناکامی، عزت و ذلت، خوشی و غم، تکلیف و راحت، محبت و عداوت، رحم و عفو، یہ سارے تاثرات اور رویے وقت کے گزرنے کے ساتھ بنتے ہیں۔ ایک صاحبِ ایمان کے لیے وقت کی تعریف اس لحاظ سے بغیر ایمان کے کسی فرد سے مختلف ہوگی۔ ایمان کی روشنی میں وقت دیکھنا، اِس کی منصوبہ بندی کرنا، اِس کو گزارنا، یقیناً زیادہ بامعنی ہوتا ہے۔

وقت کے نظم میں انتہائی درجے کی باقاعدگی کا پایا جانا ایک حیران کُن عمل ہے۔ اس کے لیے پورے نظامِ کائنات میں جس ربط اور گرفت کی ضرورت ہے، وہ ایک غالب قوت کے کارفرما ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کائنات کا پورا نظام ضابطے کے مطابق معمولات کی شکل میں چلتا نظر آتا ہے۔ اس باقاعدگی میں جو تسلسل اور ہمیشگی نظر آتی ہے، وہ انسان کو دھوکے میں بھی مبتلا کر ڈالتی ہے۔ کوئی یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ کائنات ایک دفعہ بنا دی گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے تخلیق سے ہاتھ روک دیا۔

اِس نظام میں جہاں باقاعدگی پائی جاتی ہے، وہاں اتفاق وحادثاتی نوعیت کی بھی پوری گنجایش ہے۔اس نظام کے یقینی ہونے کے اندر ہی اس کے غیر یقینی ہونے کی گنجایش بھی موجود ہے۔ بظاہر انتشار نظر آتا ہے، لیکن اندرونی طور پر تنظیم کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔بعض اوقات بظاہر ترتیب محسوس ہوتی ہے، لیکن اندرونی طور پر خلفشار کا سماں ہوتا ہے۔ یقینی وغیر یقینی، نظام وانتشار، منصوبہ جاتی واتفاقی، ارادی وحادثاتی، کش مکش اور ٹھیراؤ، تعمیر وتخریب، ان سب کا امتزاج اس کائنات کو انسان کے لیے بہترین میدانِ عمل بنا دیتا ہے۔اس کی فکر اور شعور کے اندر یہ طاقت رکھی گئی ہے کہ وہ اس کائنات کے رازوں کو تہہ بہ تہہ سمجھ سکے، عوامل و عواقب کو معلوم کر سکے، مابعد و ماقبل کا تعین کر سکے۔ اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے مواقع تلاش کر سکے اور اس کی خوبیوں سے فائدہ اُٹھا سکے۔

معمولات میں باقاعدگی ایک ظاہری صفت ہے۔ اگر کہیں باقاعدگی پائی جاتی ہو تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی بڑا اہم اور نازک کام مقصود ہے۔اس کائنات میں ذرات کے اندر کی دُنیا سے لے کر کھربوں کہکشاؤں [Galaxies] کا نظام دراصل وقت کی ایسی زنجیر سے بندھا ہے کہ جس کی بعض کڑیاں ایک سیکنڈ کے کھربوں حصے پر مشتمل ہے اور بعض کھربوں سالوں پر محیط ہیں۔نوعِ وقت کی یہ وسیع تقسیم اور اس میں ربط کا مسلسل قائم رہنا ایک انوکھی صفت ہے۔

یہی باقاعدگی اور نظم، اسلام اہل ایمان میں بھی پیدا کرنا چاہتا ہے۔

قرآن میں عبادات، معاہدات سے متعلق احکامات جہاں بھی آئے ہیں تو وقت کا ذکر حکم کی مناسبت سے ضرور کیا گیا۔ شادی، طلاق، حرام وحلال، جہاد، انفاق اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ان تمام اُمور کے متعلق آیات میں وقت کے پہلو پر بھی جا بجا روشنی ڈالی گئی ہے۔ سود کی حرمت اس لیے کی گئی ہے کہ اس کو محض وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور چڑھتا سمجھ لیا گیا۔ 'انفاق' [اللہ کی راہ میں مال کی قربانی] کے بارے میں بتایا گیا کہ جہاد سے پہلے 'انفاق' کرنے والے فتح کے بعد انفاق کرنے والوں سے بہتر ہوں گے۔ نماز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ سحری کے بارے میں بہت ہی باریک بینی سے وقت کا تعین کیا گیا ہے۔ نیک کام اس وقت اور اتنا ہی نیک تصور ہوگا، جتنا وہ وقت کے لحاظ سے درست ہوگا، برموقع اور برمحل ہوگا۔ فرعون، عذاب شروع ہونے کے بعد ایمان لایا، لہٰذا بے کار رہا۔ موت کا منہ دیکھ کر توبہ کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

باقاعدگی بالآخر مستقل مزاجی اور استقامت پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ جو ضعف انسان کے ارادے میں ودیعت کیا گیا ہے، مستقل مزاجی اس کو ختم کرتی ہے، اور جو نسیان اُسے غفلت میں مبتلا کر دیتا ہے اس کا مقابلہ کرتی ہے۔ اسلامی معاشرت کی آبادیاں دن میں پانچ مرتبہ 'اللہ اکبرُ' کی صداؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں۔ اذان کی حیثیت ایک

گھنٹے کی ہے۔ وقت کے پہروں پر اذان سن کر وقت کا مجموعی حساب رکھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک لحاظ سے خود کار گھڑیال [Interactive clock] ہے۔اس لیے کہ اذان کے ساتھ جواب بھی دیا جاتا ہے۔اس طرح وقت کا ہر پہر شہادت اور عبادت کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور ختم ہوتا ہے۔مقصد گزرتے ہوئے دن کے ہر پہر کے سرے پر اللہ کی یاد کے لیے باقاعدگی سے نماز پڑھنا ہے۔ کائنات میں نظمِ وقت کی موجودگی دراصل اللہ تعالیٰ کی فطرت کو ظاہر کرتی ہے۔اسی کا اہتمام اہلِ ایمان سے بھی مطلوب ہے۔ یہ باقاعدگی اُس خود نظمی [Self organization] کو پروان چڑھاتی ہے، جو اِس کائنات کا خاصہ ہے۔مغرب نے جو Time Culture دیا ہے اس کا خاصہ مشینی انداز سے وقت گزار کر محض تفریح و مسرت کے لیے وقت صَرف کرنا ہے۔

وقت ایک گواہ ہے،سورۃ العصر سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔سائنس دانوں کا بھی یہ خیال ہے کہ ہر سیکنڈ اور گھنٹہ یا کوئی بھی اور وقفہ درحقیقت ایک لفافے یا فائل کی صورت میں کھلتا ہے اور اس عرصے میں وقوع پذیر ہر شے اور اُس کی کیفیت کا نقش محفوظ کرتے ہوئے چلا جاتا ہے۔ گویا وقت ایک گواہ ہونے کے ساتھ اپنا دفتر اور اپنا ریکارڈ خود رکھتا ہے۔ ذرات سے لے کر پہاڑوں کی چٹانوں میں، گلیشیئر میں، یہ گواہی مرتسم ہے۔اس کی زبان قدرتی ہے اور انسان اب تحقیق کے نتیجے میں قدیم زمانے میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کو جان

لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ حقیقت تقاضا کرتی ہے کہ وقت کا استعمال وقت کے مقاصد کی روشنی ہی میں کیا جائے۔

تنظیم وقت کے اصولوں کو فہمِ وقت کے اسلامی تصورات کی روشنی میں آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ درج ذیل احادیث نبوی ﷺ عملی زندگی کے لیے زبردست رہنمائی فراہم کرتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کوئی صبح نہیں ہوتی، جب کہ دو فرشتے نہ پکاریں کہ اے آدم کے بیٹے میں، ایک نیا دن ہوں اور تمھارے اعمال پر گواہ ہوں۔ پس مجھ سے زیادہ فائدہ اُٹھاؤ کیونکہ اب روزِ قیامت سے قبل نہ پلٹوں گا۔ [حلیۃ الاولیاء، ابونعیم الاصبہانی، دارالکتب العربی، بیروت، ط:4، 1405ھ، ج:2، ص:303]

گویا وقت ایک عظیم نعمت ہے کہ جو دوبارہ نہیں ملے گی۔ دولت، صحت اور دوسری اشیا سے محروم ہونے کے بعد انھیں دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن وقت کو نہیں۔۔۔ یہ حدیث وقت کی منصوبہ بندی کی دعوت دیتی ہے۔ اس منصوبہ بندی کا مقصد وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانا ہے۔ یہ فائدہ کم وقت میں زیادہ کام کرنے ہی سے نہیں بلکہ صحیح وقت پر صحیح کام اور زیادہ دیرپا فائدے والے کام کرنے سے ممکن ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ہر دن کو ایک نیا دن سمجھ کر شروع کرنا چاہیے۔ ہر روز ایک نیا یونٹ ہے، ایک نئی زندگی ہے۔

وقت انسان کا کتنا بڑا اور قیمتی ہتھیار ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو آدمیوں میں بھائی چارہ قائم فرمایا۔ پھر اِن میں ایک شہید ہوگیا۔ اور دوسرا ایک ہفتہ یا کم وبیش اِسی مدت میں فوت ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا: ''اس کے بارے میں تم نے کیا کہا؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے دُعا کی کہ اللہ اِس کی مغفرت فرمائے، اِس پر رحم کرے، اور اِسے اپنے ساتھی کے ساتھ ملا دے''۔ [مسند احمد، عبید بن خالد السلمی، حدیث:16118]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پھر اُس کی نماز، اُس کی نماز کے بعد اور اُس کا عمل اُس کے عمل کے بعد''۔ فرمایا ''اُس کا روزہ اُس کے روزے کے بعد کہاں گئے؟ اِن دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان بھی نہیں ہے''۔

گویا ایک ہفتہ کے نیک اعمال بھی اتنے کافی ہو سکتے ہیں کہ نہ صرف شہید کے درجے سے زیادہ بڑا درجہ مل جائے بلکہ جو فرق ہو وہ زمین اور آسمان سے بھی زیادہ ہو۔

ہر دن اور ہر لمحہ، انتہائی قیمتی ہے۔ ہر دن کو کیسے گزارا جائے؟ یہ حدیث ملاحظہ کیجیے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ بات بھی ہے کہ عقل مند آدمی کے لیے، جب کہ اُس کی عقل کام کرے، لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات اِس طرح تقسیم کرے، جس میں کچھ گھڑیاں ایسی ہوں کہ اِن میں اپنے ربّ کی مناجات کرے، کچھ گھڑیاں ایسی ہوں کہ اِن میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی ایسی بھی ہو کہ اِس میں اللہ تعالیٰ کی شان صناعی میں غور وفکر کرے، اور ایک گھڑی ایسی بھی ہو کہ اِس میں اِن ضروریات خورد ونوش کے لیے فارغ ہو اور عقل مند آدمی کا کام ہے کہ رختِ سفر نہ باندھے مگر تین چیزوں کے لیے:

- آخرت کے توشے کے لیے۔
- معاش کے سلسلے میں کاروبار کے لیے یا ایسی لذت کے حصول کی خاطر جو حرام نہ ہو۔
- اور عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کو دیکھنے، سمجھنے والا ہو، اپنی حالت پر توجہ دینے والا ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔

جو آدمی اپنے کلام کو اپنا عمل سمجھتا ہو، اس کا کلام تھوڑا ہوگا، مگر

یہ کہ بامقصد باتیں ہوں، وہ اِن ہی تک اپنے آپ کو محدود رکھے گا''۔ [صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط:2، 1993، ج:2، ص76]

اوقات کی تقسیم کے چار اہم خانے بتائے گئے ہیں:

- مناجات وعبادات۔
- ذاتی محاسبہ۔
- کائنات وقدرت پر غور وفکر۔
- خورد ونوش وضروریاتِ زندگی۔

سفر کہ جو زندگی کی ایک بڑی سرگرمی ہوتی ہے اس کے تین مقاصد بتائے گئے ہیں اور انسان کا رویہ اپنے زمانے کے ساتھ اپنی حالت کے ساتھ، اپنی زبان کے ساتھ کیا ہونا چاہیے۔۔۔ وقت کی تنظیم کا نسخہ اس حدیث میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔۔۔ زمانے سے بے پروا ہو کر زندگی گزارنا، دین داری کا کوئی تقاضا نہیں۔ زمانے کو پلٹانے کی کوشش کرنا ہی درست رویہ ہے۔ وقت کے ساتھ صحیح سلوک وقت کے دھاروں سے بے تعلقی نہیں بلکہ مقصد میں نوعیت کا ضبط وعمل ہے۔

وقت ایک موقع لے کر آتا ہے۔ اس موقعے کو کسی کام کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے متعلق ایک حدیث بخاری میں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بہت سے لوگ اِن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ ایک صحت، دوسرے فارغ البالی۔ [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب لا عیش الا عیش الآخرۃ، حدیث: 6412]

جو کام حالتِ صحت اور فارغ البالی کی صورت میں ہو سکتے ہیں، وہ کسی اور صورت میں ممکن نہیں۔ اِسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

دُنیا اچھی ہے اِس کے لیے جو اِس سے اپنی آخرت کے لیے توشہ بنائے، حتیٰ کہ اِس کا ربّ اس سے راضی ہو جائے۔ [المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، حدیث: 7870]

وقت کی منصوبہ بندی۔۔۔ دراصل زندگی کی منصوبہ بندی ہے، اور زندگی کی منصوبہ بندی کے لیے زندگی کی ترجیحات کا صحیح تعین ضروری ہے۔ اِسی طرح دُنیا اور آخرت کے تعلق کی سمجھ بھی ضروری ہے۔ چونکہ دُنیا میں یہ موقع اللہ کی طرف سے نعمت ہے، اس لیے اس کے خاتمے کی تمنا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کرے۔ وہ نیک ہو تو اس لیے کہ شاید نیکی میں اضافہ ہو اور برا ہو تو اس لیے کہ شاید توبہ

کر لے۔ [بخاری، کتاب التمنّی، باب ما یکرہ من التمنّی، حدیث: 7235]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

موت کی تمنا نہ کرو، اس لیے کہ موت کی سختیاں جو آنے والی ہیں وہ بہت سخت ہیں، سو سعادت کی بات ہے کہ آدمی کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اِسے اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔ [مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ، حدیث: 14564]

ظاہر ہے کہ جس کو زیادہ موقع ملا اور اُس نے اِس کا زیادہ فائدہ اُٹھایا، اِس کا اَجر زیادہ ہونا چاہیے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عمل کا ہر ذخیرہ ناکافی محسوس ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر بندہ پیدایش کے وقت سے لے کر بوڑھا ہونے تک اللہ کی اطاعت میں اپنے چہرے کے بل گرا پڑا ہو، تو اِسے قیامت کے روز حقیر سمجھے گا اور چاہے گا کہ اِسے دُنیا میں لوٹا دیا جائے، تاکہ اَجر و ثواب میں اضافہ کرے۔ [مسند احمد، مسند الشامین، حدیث عتبہ بن عبدالسلمی ابی الولید، حدیث: 17650]

کون سا وقت زیادہ باعث برکت ہے؟ احادیث اور قرآنی آیات فجر سے قبل اور بعد کے وقت کو دن اور رات کے تمام اوقات سے بہتر بتاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
اے اللہ! تو میری اُمت کو اِس کے بکور (دن کا پہلا حصہ) میں برکت دے۔ [الطبرانی فی الاوسط، ج:1، حدیث:996]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، پھر وہ طلوعِ آفتاب تک بیٹھا رہا۔ اللہ کا ذکر کرتا رہا اور پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اُس کا اَجر حج اور عمرے کے برابر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسے تین مرتبہ فرمایا: 'تامۃ، تامۃ، تامۃ'، یعنی حج وعمرے کا مکمل اَجر۔ [ترمذی، ابواب السفر، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاۃ الصبح، حدیث:586]

اس طرح رات کا مقصد جہاں سکون و آرام بتایا گیا ہے، وہیں اس کے ایک حصہ کو عبادت اور مناجات کے لیے وقف کرنے کے بارے کہا گیا ہے۔ اختصار کے سبب یہاں تفصیل سے ان آیات و احادیث کا حوالہ نہیں دیا جا رہا ہے، لیکن وقت کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اس ضرورت کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہے۔ دن کے کاموں میں اللہ کی برکت، مشیت کی شمولیت اور زندگی کے راستے میں کامیابی کے ساتھ سفر کے لیے رات کی عبادت ناگزیر ہے۔

نماز با جماعت کی ادائیگی وقت کے معمولات کو خود بخود ترتیب

دے دیتی ہے۔ یہ معمول اوقات کو بڑے حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ دیگر تمام مصروفیات کو نماز با جماعت کے اوقات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے سے بے انتہا سہولت پیدا ہوتی ہے۔

یہ دُعا بھی آئی ہے:

اے اللہ! میرے دن کے پہلے حصے کو درست، درمیانے کو کامیاب اور آخری کو آسان بنا دے اور میں تجھ سے دُنیا و آخرت کی بھلائی مانگتا ہوں۔

لمبی عمر کا مطلب لمبی مدتِ عمل ہے۔ اگر مدتِ عمل کا استعمال درست ہو تو یہ باعثِ فخر ہے ورنہ وبالِ اور تباہی۔

یہ تین احادیث خوش خبری بھی دیتی ہیں اور ڈراتی بھی ہیں:

- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تقدیر کو کوئی چیز بھی پھیر نہیں سکتی سوائے دُعا کے، اور عمر میں کوئی چیز اضافہ نہیں کر سکتی سوائے حق شناسی اور نیکی کے۔ اور یقیناً آدمی گناہ کی شامت سے کبھی رزق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

[ابن ماجہ، باب فی القدر، حدیث:90]

- حضرت ابوصفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سب سے بہتر آدمی وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھا ہو۔

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہنے دیا جس کی عمر 60 سال کو پہنچ گئی۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ، حدیث: 6919]

وقت کے فہم کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ اگرچہ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آسکتا، لیکن گزرے ہوئے وقت میں کیے گئے بُرے اعمال کو نیک اعمال سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اسلام میں جہاں تزکیے کی تعلیم دی گئی ہے، تاکہ حال اور مستقبل کی اصلاح ہو سکے، وہیں توبہ اور استغفار کے ذریعے انسان اپنے ماضی کو درست کر سکتا ہے۔ جو بوجھ لدا ہوا ہو اِس کو اُتار پھینکا جا سکتا ہے۔

اس طرح اسلام نے گزرے ہوئے وقت کو حال کی گرفت میں لے کر تبدیل کرنے کا راستہ بتایا ہے۔ یہ سہولت بار بار استعمال ہو سکتی ہے اور وقت کے معیار پر اور اس کے آئینے میں جب بھی انسان کو احساس ہو کہ یہ کام غلط ہوا تھا وہ واپس پلٹ سکتا ہے، اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ توبہ و استغفار کے ذریعے انسان اپنی پوری زندگی کو نئے سرے سے شروع کر سکتا ہے۔

زندگی اُمید کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تُوکّل اور اُس کی رضا پر قناعت کے ذریعے آیندہ آنے والے وقت کو ماضی سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ ماضی ہمیشہ کے لیے انمٹ نہیں ہے بلکہ بندے کی توجہ کا

متلاشی ہے۔ جب بھی بندہ اپنا محاسبہ کرے اور ماضی کو دھونا چاہے تو وہ اس کے لیے ممکن ہے۔ ایک نیا انسان کسی بھی وقت اُبھر سکتا ہے۔ انسان اپنی زندگی کو ماضی کے برے اعمال کے شکنجے سے نکال کر از سرِ نو ترتیب دے سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماضی کو حال میں تبدیل کرنے کی جو قوت 'توبہ' اور 'استغفار' اور 'تزکیے' میں موجود ہے، انسان کے لیے وقت کے سلسلے میں سب سے بڑی نعمت ہے۔

رأس الحكمة مخافة الله

CamScanner

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ

CS CamScanner

ڈاکٹر حسن صہیب مرادؒ

ایک جہاں بین انسان اور شفیق استاد تھے

وہ عام لوگوں سے سیکھتے اور عالموں کو سکھاتے تھے

اُن کی کتاب:

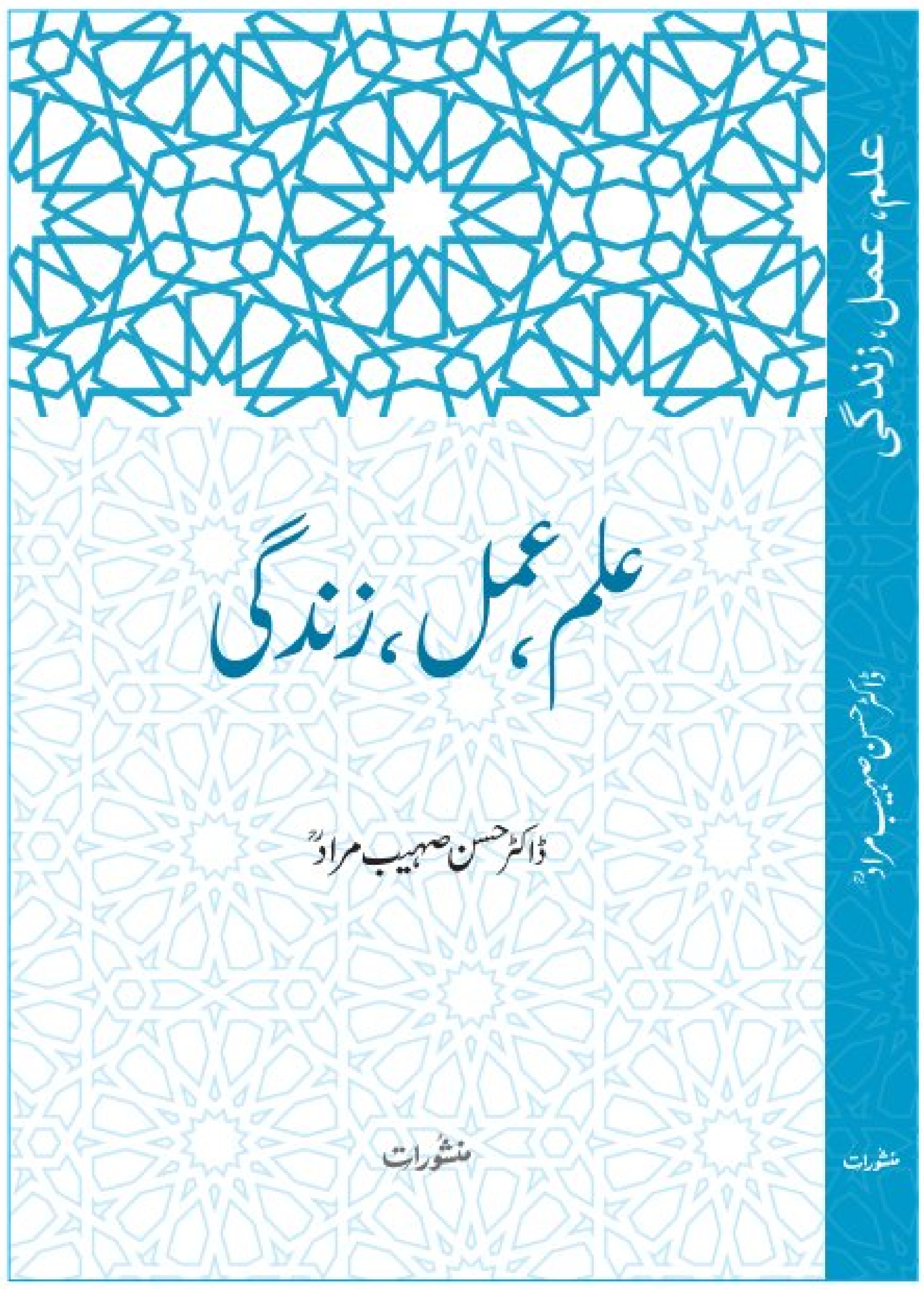

زندگی کی مُشکلات کا سراغ ہے،

زندگی گزارنے کا سادہ دستور ہے،

عمل کا آسان منشور ہے۔

CS CamScanner